پارہ

وَلَوْ اَنَّنَا

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

وَلَوْ	أَنَّنَا	نَزَّلْنَا	إِلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَكَلَّمَهُمُ	الْمَوْتٰى	وَحَشَرْنَا	عَلَيْهِمْ	كُلَّ شَيْءٍ	قُبُلًا
اور اگر	ہم	اتارتے	انکی طرف	فرشتے	اور اُن سے باتیں کرتے	مُردے	اور ہم جمع کردیتے	اُن پر	ہر شے	سامنے

اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لا کر جمع کر

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

مَا	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا	إِلَّا	أَنْ	يَّشَآءَ اللهُ	وَلٰكِنَّ	أَكْثَرَهُمْ	يَجْهَلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنَا
نہ	وہ ایمان لاتے	مگر	یہ کہ	چاہے اللہ	اور لیکن	ان میں اکثر	جاہل (نادان) ہیں	اور اسی طرح	ہم نے بنایا

دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے

لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ إِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

لِكُلِّ نَبِيٍّ	عَدُوًّا	شَيٰطِيْنَ	الْإِنْسِ	وَالْجِنِّ	يُوْحِيْ	بَعْضُهُمْ	إِلٰى	بَعْضٍ	زُخْرُفَ	الْقَوْلِ
ہر نبی کیلئے	دشمن	شیطان (جمع)	انسان	اور جن	ڈالتے ہیں	انکے بعض	طرف	بعض	ملمع کی ہوئی	باتیں

ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن میں سے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ

غُرُوْرًا ۚ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى إِلَيْهِ

غُرُوْرًا	وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	مَا فَعَلُوْهُ	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ	وَلِتَصْغٰى	إِلَيْهِ
بہکانے کیلئے	اور اگر	چاہتا	تمہارا رب	وہ نہ کرتے	پس چھوڑ دیں انہیں	اور جو	وہ جھوٹ گھڑتے ہیں	اور تاکہ مائل ہوجائیں	اسکی طرف

میں ڈال دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔ اور تاکہ اُس کی طرف

أَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

أَفْئِدَةُ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْآخِرَةِ	وَلِيَرْضَوْهُ	وَلِيَقْتَرِفُوْا	مَا	هُمْ	مُقْتَرِفُوْنَ
دل (جمع)	وہ لوگ جو	ایمان نہیں رکھتے	آخرت پر	اور تاکہ وہ اس کو پسند کرلیں	اور تاکہ وہ کرتے رہیں	جو	وہ	بُرے کام کرتے ہیں

ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجاویں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اُس کو پسند کرلیں اور تاکہ مرتکب ہوجاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے

خوئے بد کے بہانوں کا استیصال: مشرکین اور کفار مکہ محض ضد اور عناد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کے فرمائشی معجزات طلب کیا کرتے تھے۔ دراصل بعض مشرکین ایمان لانا تو چاہتے ہی نہ تھے محض کٹ حجتی کے طور پر صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کردیں تاکہ الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر سستے چھوٹ جائیں۔ اس لئے وہ اپنی دانست میں ایسے معجزہ اور ایسی نشانیاں طلب کرتے جن کا ہونا ان کے نزدیک محال تھا۔ مثلاً کبھی کہتے کہ مکہ کا کوہ صفا سونے کا ہوجائے۔ کبھی کہتے کہ ہمارے پاس فرشتے اتر آئیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم مانیں۔

کبھی کہتے کہ ہمارے باپ دادا جو صدہا سال پہلے مر چکے ہیں وہ زندہ ہو کر آئیں اور گواہی دیں کہ یہ شخص اللہ کے رسول ہیں اور قیامت ضرور آنی ہے اور حشر نشر ہونا ہے۔ غرض اسی قسم کی خرافات بکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان تمام لغویات کا استیصال فرما دیا اور بتلا دیا کہ ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ اگر ان کے فرمائشی معجزات سے بڑھ کر بھی ان کو معجزات دکھلا دیئے جائیں تب بھی یہ لوگ ضد اور عناد کی بناء پر حق کو ماننے والے نہیں۔ اور ان کے عناد کی نوبت تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھی بھیج دیتے اور مردہ بھی زندہ ہو کر ان سے باتیں کر لیتے اور ہر چیز کو ان کے مقابل آمنے سامنے لا کر بھی کھڑا کر دیتے تو بھی یہ ایسے نہیں کہ ایمان لے آویں۔ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو جہالت پر کمر بستہ ہیں اس لئے جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اگر ان کو بڑے سے بڑا معجزہ بھی دکھلا دیا جائے تب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے۔ ہاں مشیت خداوندی ہی ان کو مومن بنانے کی ہو تو اور بات ہے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔ اس کو تو یہ منظور ہے کہ لوگ عقل سے کام لے کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کریں۔ قرآن مجید اسلام کو دلائل کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہے۔ زبردستی کا کوئی کام نہیں۔

مخالفوں کے بے جا سوالات سے تنگدل نہ بنو

اب ظاہر ہے کہ کفار کی ان لغویات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا ہوگا۔ اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان معاندین کے بے جا سوالات اور فرمائشی معجزات سے تنگ دل اور مغموم نہ ہوں۔ یہ بات کچھ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر نبی کے زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ جو ان سے دشمنی کرتے تھے اور بے جا سوالات کیا کرتے تھے۔ دشمنان دین ہر امت میں ہوئے ہیں اور اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات آپ ہی کے ساتھ نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی ہے کہ اس دنیا کے نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لئے نیکی و بدی ہدایت و ضلالت کی جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے جس طرح اب یہ مشرکین اور معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور طرح طرح کی باتوں سے لوگوں کو راہ راست سے ڈگمگانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین جن وانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اس لئے آپ ان دشمنان دین کی فتنہ پردازی اور فریب دہی سے زیادہ فکر و غم میں نہ پڑیں۔ ان سے اور ان کے کذب وافترا سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ایک دوسرے کی ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور ان کو دل سے پسند کرنے لگیں اور پھر کبھی برے کاموں اور کفر و فسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ باطل ہمیشہ سے حق کا دشمن رہا ہے اور داعیان حق کی مخالفت ہمیشہ سے باطل پرستوں نے کی ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بری باتیں ملمع کاری کے ساتھ کہنا اور اس طرح بہکانا شیاطین کا کام ہے اور باطل دروغ اور فریب کی طرف بے ایمانوں ہی کے دل مائل ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رہنے والا اور باطل سے بچنے والا بنائیں۔ شیاطین کے وساوس و فریب سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔ دشمنان دین سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔ باطل کو مغلوب اور حق کو غالب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ	أَبْتَغِيْ	حَكَمًا	وَهُوَ	الَّذِيْٓ	أَنْزَلَ	إِلَيْكُمُ	الْكِتٰبَ	مُفَصَّلًا	وَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
تو کیا اللہ کے سوا	میں ڈھونڈوں	کوئی منصف	اور وہ	جو۔جس	نازل کی	تمہاری طرف	کتاب	مفصل (واضح)	اور وہ لوگ جنہیں	ہم نے انہیں دی

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اسکی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ

الْكِتٰبَ	يَعْلَمُوْنَ	أَنَّهٗ	مُنَزَّلٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُمْتَرِيْنَ	وَتَمَّتْ
کتاب	وہ جانتے ہیں	کہ یہ	اتاری گئی ہے	سے	تمہارا رب	حق کے ساتھ	سو تم نہ ہونا	سے	شک کرنے والے	اور پوری ہے

خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کیطرف سے واقعیت کیساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَإِنْ تُطِعْ

كَلِمَتُ	رَبِّكَ	صِدْقًا	وَّعَدْلًا	لَا مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِهٖ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	وَإِنْ	تُطِعْ
بات	تیرا رب	سچ	اور انصاف	نہیں بدلنے والا	اسکے کلمات	اور وہ	سُننے والا	جاننے والا	اور اگر	تو کہا مانے

شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے، اسکے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور خوب سُن رہا ہے خوب جان رہا ہے۔ اور

أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ

أَكْثَرَ	مَنْ	فِي الْأَرْضِ	يُضِلُّوْكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	إِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَإِنْ	هُمْ
اکثر	جو	زمین میں	وہ تجھے بھٹکا دیں گے	سے	راستہ	اللہ	نہیں	پیروی کرتے	مگر (صرف)	گمان	اور نہیں وہ	وہ

دُنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں

إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

إِلَّا	يَخْرُصُوْنَ	إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	أَعْلَمُ	مَنْ	يَّضِلُّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَهُوَ	أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ
مگر	اٹکل دوڑاتے ہیں	بیشک	تیرا رب	وہ	وہ خوب جانتا ہے	جو	بہکتا ہے	سے	اس کا راستہ	اور وہ	خوب جانتا ہے	ہدایت یافتہ لوگوں کو

بالیقین آپ کا رب اُن کو خوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے بے راہ ہوجاتا ہے اور وہ اُنکو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں

مشرکین کی ناکامی ونامرادی اور قرآن کریم کی حقانیت

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کے اندر انسان کو غلط راستہ پر ڈالنے والے شیاطین بہت سے ہیں جو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ناعاقبت اندیش لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے رہتے ہیں۔ جو شیطان کے بہکاوے میں آتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ دکھ پہنچتا رہا ہے گذشتہ انبیاء کی طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسے انسانوں سے سابقہ پڑا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگوں کی عداوت کا سلسلہ تو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ آپ ان معاندین کی باتوں کی طرف خیال نہ

کیجئے کہ ان کی یہ باتیں شیطانی ملمع کاری ہے۔ چنانچہ جب مشرکین قرآنی دلائل کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے اور اپنے معبودان کی باطلہ معبودیت کا کسی طرح اثبات نہ کر سکے تو مجبوراً بول اٹھے کہ اچھا کوئی ثالث اور پنچ مقرر کرلیا جائے۔ وہ اس مقدمہ رسالت میں جو فیصلہ کرے گا ہم مان لیں گے۔ مشرکین کی اس بات کا جواب ان آیات میں دیا جارہا ہے اور آپ کی نبوت پر ایک دوسری کافی ووافی دلیل پیش کی جارہی ہے یعنی قرآن کریم اور پھر اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے مابین فرق پر بھی روشنی ڈالی جارہی ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو پنچ مقرر کروں کہ جس نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی ہے کہ جس میں اچھے برے نیک و بد سعادت وشقاوت' نجات وگرفت کے تمام احوال کھول کھول کر بیان کردیئے گئے ہیں۔ اس کتاب کی حقانیت اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ اس میں تمام عقائد حقہ اعمال صالحہ اور احکام صحیحہ کی تعلیم دی گئی ہے۔ نجات اور عذاب کے اصول انتہائی سچائی کیساتھ واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ گذشتہ واقعات کی تفصیل اور آئندہ ہونیوالے امور کا اظہار نہایت صحیح طور پر کردیا گیا اگر آنکھ ہو تو دیکھ لو اور عقل ہو تو سمجھ لو۔ پھر اگر خود اتنی بصیرت نہیں رکھتے ہو اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو وہ بھی دل میں اسکے برحق ہونے کے قائل ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں اگرچہ ان میں صدہا تحریفات کردی گئی ہیں تاہم اب تک ان کے اندر قرآن کے برحق ہونے کے نشانات موجود ہیں لہذا ان کی کتابوں کی شہادت کا اعتبار کرلو۔ پھر قرآن پاک کے کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ قرآن پاک باعتبار سچائی کے وبلحاظ عدل کے کامل ہے۔

جس طرح دیگر آسمانی کتابوں میں لوگوں نے تحریف اور ردوبدل کرلیا ویسے قرآن پاک کی تحریف اور تغیر پر کوئی قادر نہ ہوگا بلکہ یہ ہمیشہ محفوظ رہیگا۔

اہل ہدایت ہمیشہ کم ہی رہے ہیں

اس کے بعد بتلایا گیا کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔ اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں تو اگر تم دنیا کے اکثر لوگوں کے کہنے پر چلوگے اور اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو گے اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کردو گے تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے۔

یہاں جو فرمایا گیا وَاِنۡ تُطِعۡ اَکۡثَرَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ یُضِلُّوۡكَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ (اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں) اس سے دنیا کی اکثریت کا گمراہ اور اقلیت کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوا۔ چنانچہ یہ مشاہدہ اور تاریخ سے ظاہر ہے اس جگہ اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ہے مگر سبق ساری امت کو دینا منظور ہے اور سبق بھی ایسا کہ جو قیامت تک ہر زمانہ اور ہر حال میں ایک مستقل ضابطہ حیات بن کر رہے گا تو گویا اس میں مسلمانوں کو کامیاب زندگی بسر کرنے کا گر بتلایا گیا کہ جس کے مضبوط پکڑ لینے سے وہ کبھی راہ راست سے بھٹک نہیں سکتے اور کبھی ذلت وگمراہی میں مبتلا نہیں ہوسکتے اور اسی سے یہ نتیجہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس گر کو چھوڑ دیا تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے اور طرح طرح کی گمراہی کے شکار ہوں گے اور وہ گر یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل اسلام کو سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہٹنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنے کی ہدایت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی سعادت عطا فرما تا کہ آخرت میں ہمارا اٹھکانا مہتدین کے گروہ میں ہو۔ آمین۔　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا

فَكُلُوا	مِمَّا	ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	بِاٰيٰتِهٖ	مُؤْمِنِيْنَ	وَمَا لَكُمْ	اَلَّا تَاْكُلُوْا	مِمَّا
سوتم کھاؤ	اس سے جو	لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اگر	تم ہو	اسکی آیتوں پر	ایمان لانے والے	اور کیا ہوا تمہیں	کہ تم نہ کھاؤ	اس سے جو

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اُس میں سے کھاؤ اگر تم اُس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تمکو کون امر اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ

ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَ	قَدْ فَصَّلَ	لَكُمْ	مَا حَرَّمَ	عَلَيْكُمْ	اِلَّا	مَا	اضْطُرِرْتُمْ	اِلَيْهِ
لیا گیا	نام اللہ کا	اس پر	حالانکہ	وہ واضح کرچکا ہے	تمہارے لئے	جو اس نے حرام کیا	تم پر	مگر	جس	تم لاچار ہوجاؤ	اسکی طرف (اس پر)

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب جانور کی تفصیل بتلادی ہے جنکو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تمکو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہیں

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

وَاِنَّ	كَثِيْرًا	لَيُضِلُّوْنَ	بِاَهْوَآئِهِمْ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِالْمُعْتَدِيْنَ
اور بیشک	بہت سے	گمراہ کرتے ہیں	اپنی خواہشات سے	علم کے بغیر	بیشک	تیرا رب	وہ	خوب جانتا ہے	حد سے بڑھنے والوں کو

اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں، اس میں کوئی شخص نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو خوب جانتا ہے

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَ	ذَرُوْا	ظَاهِرَ الْاِثْمِ	وَبَاطِنَهٗ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْسِبُوْنَ	الْاِثْمَ	سَيُجْزَوْنَ	بِمَا	كَانُوْا	يَقْتَرِفُوْنَ
اور	چھوڑ دو	کھلا گناہ	اور اس کا چھپا ہوا	بیشک	جو لوگ	کماتے (کرتے) ہیں	گناہ	عنقریب سزا پائیں گے	اسکی جو	تھے	وہ ڈھ سے کام کرتے

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو بلاشبہ جو لوگ گناہ کررہے ہیں اُن کو اُن کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔

ذبیحہ کے حلال اور مردہ کے حرام ہونے پر مشرکین کے اشکال کا جواب

بعض مشرکین مکہ کی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مرجائے یعنی مردار اسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ چنانچہ بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ طبعی موت سے مرنے والے جانور کو کون مارتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس پر کفار از راہ طنز کہنے لگے کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تم نہیں کھاتے ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو کھا لیتے ہو۔ یہ شبہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں بھی جم گیا۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ایسی ملمع وفریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کیلئے شیطان سکھاتے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ حلال حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں اگرچہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کی برکت ہے کہ جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مرگیا سو مردار ہے۔ پھر مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ جب دلائل صحیحہ کی بناء پر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کرلیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا

چکے تو اب فروع اور جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی اور جزئی کا قبول کرنا انسانی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی و نبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ یا اس میں کوئی شبہ کیوں ہو؟ مسلمانوں کا تو عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا ہے اور خدا ہی مارتا ہے پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض چیزیں مرغوب اور مفید ہیں اسی طرح بعض چیزیں قابل نفرت یا مضر ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور زہریلی اشیاء اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا ان کا کھانا ہماری جسمانی یا روحانی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مضر ہو مثلاً وہ خون دار جانور جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال اور طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے مگر عمل ذبح اور خدا کی نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک صاف ہو گیا پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی یعنی حد سے بڑھنے والا ہوگا پس کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو یعنی ذبیحہ کو نہ حرام سمجھو اور نہ مردار کو حلال۔ کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جاننا بھی گناہ ہے اور ہر گناہ کی سزا ضرور دی جائے گی۔

پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار ہوتے ہیں اس لئے جب انہیں حلال و حرام کی تفصیل بتا دی جائے تو انہیں اس پر چلتے رہنا چاہئے۔ حرام کے حلال یا حلال کے حرام ہونے کا شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحیح معنیٰ میں پکا اور سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرماویں تا کہ ہم قرآن کے حلال کو حلال اور قرآن کے حرام کو حرام سمجھیں۔ اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ

وَلَا تَأْكُلُوا	مِمَّا	لَمْ يُذْكَرِ	اسْمُ اللَّهِ	عَلَيْهِ	وَإِنَّهُ	لَفِسْقٌ	وَإِنَّ	الشَّيَاطِينَ	لَيُوحُونَ
اور نہ کھاؤ	اس سے جو	نہیں لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اور بیشک یہ	البتہ گناہ	اور بیشک	شیطان (جمع)	ڈالتے ہیں

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلاشبہ یہ گناہ کی بات ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کررہے ہیں تاکہ یہ تم سے

إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ﴿١٢١﴾

إِلَىٰ	أَوْلِيَائِهِمْ	لِيُجَادِلُوكُمْ	وَإِنْ	أَطَعْتُمُوهُمْ	إِنَّكُمْ	لَمُشْرِكُونَ	
طرف (میں)	اپنے دوست	تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں	اور اگر	تم نے اُن کا کہا مانا	تو بیشک تم	مشرک ہوگے	

جدال کریں، اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو حکم دیا گیا تھا کہ تم کفار کی شک اندازی سے شک میں نہ پڑ جانا۔ ان کے بہکانے سے بہک نہ جانا اور ذبیحہ کو حرام نہ سمجھ لینا۔ یعنی جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانے کا حکم ہوا تھا۔ اب یہاں اس آیت میں اس کے مخالف پہلو کے متعلق ہدایت کی جاتی ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھانا چاہئے۔ ورنہ گناہ لازم آئیگا کیونکہ قانون شرع کی خلاف ورزی ہوگی۔ شیاطین تو اپنے تابعداروں اور رفیقوں کو یہ سکھلاتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے کج بحثی اور کٹ حجتی کریں جس سے مقصد یہ ہے کہ تم کسی طرح شرع کے قانون کی پابندی نہ کرو۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم میں اور مشرکوں میں فرق کیا رہ گیا؟۔ وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہئے ویسے نہیں مانتے۔ اس کے حکموں کے خلاف کرتے ہیں۔ حکم خداوندی کے مقابلہ میں دوسروں کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں۔ حلال و حرام میں دوسروں یعنی غیر اللہ کا کہا مانتے ہیں اور اللہ کے حکم کو قبول نہیں کرتے۔

حلال و حرام میں اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ ماننا شرک ہے

یہاں اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد اور حلال و حرام میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کا فیصلہ و حکم ماننا بھی شرک ہے اور شرک کو قرآن پاک نے جیسا سنگین جرم قرار دیا ہے وہ متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا ایک دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ بیشک جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ تعالیٰ نے جنت اس پر حرام کی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ رہے گا۔ پس آیت میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

مزید یہاں آیت میں یہ جو حکم ہوا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ تو ان ظاہری الفاظ کی عمومیت کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم کچھ ذبیحہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر کھانے پینے پر بھی بسم اللہ ضرور ہے۔ ورنہ اس چیز کا کھانا جائز نہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک اور چیزوں پر بسم اللہ امر مسنون ہے نہ کہ فرض اور وہ اس آیت میں مما سے مراد جانور لیتے ہیں تو گویا اس آیت سے وہ ذبیحہ کہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ جھٹکا کیا ہو یا گردن مروڑنے سے مار ڈالا گیا ہو یا بتوں کے نام سے ذبح ہوا ہو یا از خود اپنی موت سے مرا ہو الغرض اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پاک نہ لیا گیا پھر خواہ اس کو کسی نے مارا ہو اہل کتاب نے یا ملحد نے یا کسی اور نے وہ حرام ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ

اَوَ	مَنْ	كَانَ مَيْتًا	فَاَحْيَيْنٰهُ	وَجَعَلْنَا	لَهٗ	نُوْرًا	يَّمْشِيْ	بِهٖ	فِي	النَّاسِ	كَمَنْ + مَّثَلُهٗ
کیا	جو	مُردہ تھا	پھر ہم نے اسکو زندہ کیا	اور ہم نے بنایا	اسکے لئے	نور	وہ چلتا ہے	اس سے	میں	لوگ	اس جیسا۔جو

ایسا شخص جو کہ پہلے مُردہ تھا ہم نے اُسکو زندہ بنادیا اور ہم نے اُس کو ایک ایسا نور دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے

فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۲ وَكَذٰلِكَ

فِي	الظُّلُمٰتِ	لَيْسَ	بِخَارِجٍ	مِّنْهَا	كَذٰلِكَ	زُيِّنَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ
میں	اندھیرے	نہیں	نکلنے والا	اس سے	اسی طرح	زینت دیئے گئے	کافروں کیلئے	جو	وہ کرتے تھے (عمل)	اور اسی طرح

جسکی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو اُن کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں

جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا

جَعَلْنَا	فِيْ	كُلِّ	قَرْيَةٍ	اَكٰبِرَ	مُجْرِمِيْهَا	لِيَمْكُرُوْا	فِيْهَا	وَمَا	يَمْكُرُوْنَ	اِلَّا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَمَا
ہم نے بنائے	میں	ہر	بستی	بڑے	اسکے مجرم	تاکہ وہ حیلے کریں	اس میں	اور نہیں	وہ حیلے کرتے	مگر	اپنی جانوں پر	اور نہیں

وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں، اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں، اور جب اُنکو

يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲۳ وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ

يَشْعُرُوْنَ	وَاِذَا	جَاۗءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	قَالُوْا	لَنْ نُّؤْمِنَ	حَتّٰى	نُؤْتٰى	مِثْلَ مَا	اُوْتِيَ	رُسُلُ
وہ شعور رکھتے	اور جب	انکے پاس آتی ہے	کوئی آیت	کہتے ہیں	ہم ہرگز نہ مانیں گے	جب تک	ہم کو دیا جائے	اس جیسا جو	دیا گیا	رسول (جمع)

کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے،اُس موقع کو

اللّٰهِ ۘ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

اللّٰهِ	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ	حَيْثُ	يَجْعَلُ	رِسَالَتَهٗ	سَيُصِيْبُ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا	صَغَارٌ	عِنْدَ اللّٰهِ
اللہ	اللہ	خوب جانتا ہے	کہاں	رکھے (بھیجے)	اپنی رسالت	عنقریب پہنچے گی	وہ لوگ جو	انہوں نے جرم کیا	ذلت	اللہ کے ہاں

تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے، عنقریب اُن لوگوں کو جنہوں نے یہ جُرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝۱۲۴	وَعَذَابٌ	شَدِيْدٌ	بِمَا	كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ
اور سزائے سخت انکی شرارتوں کے مقابلہ میں۔	اور عذاب	سخت	اسکا بدلہ	وہ مکر کرتے تھے

مومن وکافر کی مثال: ایمان وکفر یا مومن وکافر کی مثال اس طرح بیان فرمائی جارہی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو پہلے مردہ تھا یعنی کفر و شرک کی گمراہی کی حالت میں حیران وسرگرداں تھا۔ اللہ نے اسے زندہ کیا یعنی ایمان وہدایت بخشی۔ قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی

روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسلام کی نورانیت اس کے دل میں رچ گئی۔ اتباع رسول کا شوق پیدا ہو گیا دوسرا شخص وہ جو جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم وکافر میں نور وظلمت جیسا فرق ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ مومن ہر طرح بہتر ہے کافر سے۔

کفر پر اصرار کی علت

اس کے باوجود کافر کا کفر پر مصر رہنے اور ظلمات سے باہر نہ آنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے بد افعال ان کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں تو پھر کیونکر ظلمت سے نکلیں؟

سرداروں کا کردار

پھر بتلایا جاتا ہے کہ مکہ کے سرداروں اور رئیسوں پر ہی کچھ موقوف نہیں کہ وہ اہل ایمان کے مقابلہ میں لوگوں کو مکر وفریب سے گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں بلکہ ہمیشہ سے کافروں کے سردار اور رئیس ایسے حیلہ نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جاویں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ موسیٰ سحر کے زور سے سلطنت لینا چاہتے ہیں لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے۔ اور حیلہ کرنے والے خود اپنی عاقبت خراب کر کے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

سرداروں کی حیلہ جوئی

ان کی مکاری اور حیلہ جوئی کی ایک متکبرانہ مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل ونشانات کو نہیں مانتے۔ ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبر کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آ جائیں۔ کفار کو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغمبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ محنت یا ریاضت یا دنیوی جاہ ودولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ عنقریب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید ان کے تکبر کے عوض دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں لیکن اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ آیات عام ہیں اس میں ہر مومن وکافر داخل ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمان زندہ اور کافر مردہ ہیں۔ مسلمان کے پاس مشعل ہدایت اور نور ایمان ہے اور کافر اندھیرے میں پڑا ہوا ہے۔

ان آیات سے ایک لطیف اشارہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جو شخص گناہ کرے مگر اس کو اچھا نہ سمجھے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق عطا فرما دے لیکن جو شخص گناہ کو گناہ نہ سمجھے بلکہ اس کو بہتر سمجھنے لگے یعنی اچھے کو برا اور برے کو اچھا جاننے لگے اس کی فلاح کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو جو اسلام اور نور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اس نعمت کا قدر دان اور شکر گزار بنا کر زندہ رکھیں۔ قرآن اور سنت کے نور سے ہم کو راہ ہدایت پر چلنا نصیب فرمائیں۔ اور قرآن اور ایمان کی روشنی میں اپنی زندگی کی راہ کو طے کرنا اور بالآخر نجات ابدی کی منزل پر پہنچ جانا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ

فَمَنْ	يُّرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ يَّهْدِيَهٗ	يَشْرَحْ	صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ	وَمَنْ	يُّرِدْ	اَنْ	يُّضِلَّهٗ	يَجْعَلْ	صَدْرَهٗ
پس جس	چاہتا ہے	اللہ	کہ اسے ہدایت دے	کھول دیتا ہے	اسکا سینہ	اسلام کیلئے	اور جس	چاہتا ہے	کہ	اسے گمراہ کرے	کردیتا ہے	اسکا سینہ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کردیتے ہیں، اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُسکے سینہ کو تنگ بہت تنگ کردیتے ہیں

ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

ضَيِّقًا	حَرَجًا	كَاَنَّمَا	يَصَّعَّدُ	فِى السَّمَآءِ	كَذٰلِكَ	يَجْعَلُ	اللّٰهُ	الرِّجْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ
تنگ	بھینچا ہوا	گویا کہ	زور سے چڑھتا ہے	آسمانوں میں آسمان پر	اسی طرح	کردیتا ہے (ڈالے گا)	اللہ	ناپاکی (عذاب)	پر	جو لوگ

جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔ اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے نصیحت

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	صِرَاطُ	رَبِّكَ	مُسْتَقِيْمًا	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ
ایمان نہیں لاتے	اور یہ	راستہ	تمہارا رب	سیدھا	ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں	آیات	ان لوگوں کیلئے	جو نصیحت پکڑتے ہیں

حاصل کرنے والوں کے واسطے آیتوں کو صاف صاف بیان کردیا۔ ان لوگوں کے واسطے انکے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

لَهُمْ	دَارُ السَّلٰمِ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَهُوَ	وَلِيُّهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
ان کیلئے	سلامتی کا گھر	پاس۔ ہاں	ان کا رب	اور وہ	دوستدار۔ کارساز	اسکا صلہ جو	وہ کرتے تھے

اور اللہ اُن سے محبت رکھتا ہے اُن کے اعمال کی وجہ سے۔

ہدایت وضلالت کا قانون

ان آیات میں اس کی اصل وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں مشیت الٰہی پر موقوف ہیں اللہ جس شخص کو ہدایت کرنی چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے۔ اسلام کی خوبیاں اس کے دل میں جم جاتی ہیں اور وہ ذرا سی تحریک پر مسلمان ہوجاتا ہے اور جس کو گمراہی میں پڑا رکھنا چاہتا ہے اس کے دل کو تنگ کردیتا ہے وہ اسلام کی خوبیاں سننے سے گھبراتا ہے اس کو اسلام کے قوانین ناقابل عمل معلوم ہوتے ہیں اس طرح کافر کو خیالات خبیثہ اور شیطانی وسوسہ اور مال وزر کی طمع اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اس طرح جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے ان پر اسی طرح عذاب وتباہی ڈالی جاتی ہے کہ ان کا سینہ اس قدر تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

صراط مستقیم

پھر دین حق کے بارے میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اسلام سیدھی سڑک ہے نہ اس میں مختلف پگڈنڈیاں ہیں نہ کج مج راہیں۔ نہ افراط ہے نہ تفریط۔ یہ سڑک سیدھی دارالسلام (سلامتی کا گھر) یعنی جنت تک پہنچتی ہے۔ مگر اس پر چلنا ہر ایک کا کام نہیں۔ سمجھنے والے ہی اس پر چلتے ہیں اور چل کر دوامی نجات کے گھر تک پہنچتے ہیں۔ وہ گھر صرف اللہ کے پاس

ہے وہاں وہی ان کا حامی اور کارساز ہوگا اور یہ دارالسلام ان کو خواہ مخواہ یونہی نہیں مل جائے گا بلکہ ان کے اعمال صالحہ اور کوشش کی جزا ہوگی۔

شرح صدر کا معنی

یہاں پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّہۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں جس سے ان کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے (یعنی حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور خلاف حق سے نفرت و وحشت ہونے لگتی ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہو گیا ہو؟ فرمایا ہاں۔ علامت یہ ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے۔ یا اللہ ہمارے سینوں کو بھی اسلام اور نور ایمان کے لئے کھول دے۔

سلامتی کا گھر

آخری آیت کا یہ جملہ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ یعنی ان لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس دَارُ السَّلٰمِ ہے۔ اس میں لفظ دار کے معنیٰ گھر اور سلام کے معنیٰ تمام آفتوں۔ مصیبتوں اور محنتوں سے سلامتی کے ہیں اس لئے دارالسلام اس گھر کو کہا جا سکتا ہے جس میں کسی تکلیف و مشقت اور رنج و غم اور آفت و مصیبت کا گزر نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جنت ہی ہو سکتی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام اللہ جل شانہٗ کا نام ہے اور دارالسلام کے معنیٰ ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن اور سلامتی کی جگہ ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہم سب کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر قائم رہنا اور اسی پر موت آنا ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمارا سینہ ایمان اور اسلام کے لئے کھول دیا۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیجئے اور دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذات سے ہمارے دلوں کو پاک فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيعًا	يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ	قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ	مِّنَ	الْاِنْسِ	وَقَالَ	اَوْلِيٰٓؤُهُمْ
اور جس دن	وہ جمع کرے گا	سب	اے جنات کے گروہ	تم نے بہت گھیر لئے (اپنے تابع کر لئے)	سے	انسان۔آدمی	اور کہیں گے	انکے دوست

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے، اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا جو انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ

مِنَ	الْاِنْسِ	رَبَّنَا	اسْتَمْتَعَ	بَعْضُنَا	بِبَعْضٍ	وَّبَلَغْنَآ	اَجَلَنَا	الَّذِيْٓ	اَجَّلْتَ	لَنَا	قَالَ	النَّارُ
سے	انسان	اے ہمارے رب	ہم نے فائدہ اٹھایا	ہمارے بعض	بعض سے	اور ہم پہنچے	میعاد	جو	تو نے مقرر کی تھی	ہمارے لئے	فرمائیگا	آگ

ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اُس معین معیاد تک آ پہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے تم

مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ

مَثْوٰىكُمْ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اِلَّا	مَا	شَآءَ اللّٰهُ	اِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ	وَكَذٰلِكَ	نُوَلِّيْ
تمہارا ٹھکانہ	ہمیشہ رہو گے	اسمیں	مگر	جسے	اللہ چاہے	بیشک	تمہارا رب	حکمت والا	جاننے والا	اور اسی طرح	ہم مسلط کر دیتے ہیں

سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے۔ اور اسی طرح بعض

بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

بَعْضَ	الظّٰلِمِيْنَ	بَعْضًا	بِمَا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	يٰمَعْشَرَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	اَلَمْ يَاْتِكُمْ
بعض	ظالم (جمع)	بعض پر	اسکے سبب	جو وہ کرتے تھے (انکے اعمال)	اے گروہ	جنات	اور انسان	کیا نہیں آئے تمہارے پاس

کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے انکے اعمال کے سبب۔ اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوْا شَهِدْنَا

رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	وَ	يُنْذِرُوْنَكُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا	قَالُوْا شَهِدْنَا
رسول (جمع)	تم میں سے	سُناتے تھے (بیان کرتے تھے)	تم پر	میرے احکام	اور	تمہیں ڈراتے تھے	ملاقات (دیکھنا)	تمہارا دن	اس	وہ کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں

احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اِس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے، وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں

عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾

عَلٰى	اَنْفُسِنَا	وَغَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَشَهِدُوْا	عَلٰى	اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
پر (خلاف)	اپنی جانیں	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	زندگی	دنیا	اور انہوں نے گواہی دی	پر (خلاف)	اپنی جانیں (اپنے)	کہ وہ	کفر کرنے والے تھے

اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقرر ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔

کافروں، ظالموں کی قیامت کے دن کی سرگذشت

گذشتہ آیات میں مومنین کی حالت بیان ہوئی تھی۔ اب ان کے مقابلہ میں کفار کی جو حالت قیامت کے دن ہوگی ان آیات میں وہ بیان فرمائی جاتی ہے۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن وہ ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے جنوں کو بھی انسانوں کو بھی، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ دنیا میں جن وانس دو قسم کی مخلوق ہیں۔ جن بھی انسانوں کی طرح دو قسم کے ہوتے ہیں۔ نیک و بد۔ بد جنات کو شیاطین بھی کہا جاتا ہے۔ تو قیامت کے دن حق تعالیٰ ان بد جنات شیاطین سے فرمائیں گے کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔ تم نے بہت سے آدمیوں سے فائدہ اٹھایا۔ ان سے اپنی تعظیم و تکریم کرائی۔ پھر انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ تم سے تو پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔ اللہ ہی کی عبادت کرتے رہنا اور یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا۔ شیطانی دھوکوں میں آ گئے۔ اس وقت شیاطین کے رفیق انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔ دنیا میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ شیطانوں نے ہم پر حکمرانی کی اور ہم نے ان کے ذریعہ سے خوب مزے اڑائے۔ دل کھول کر خواہشات کو پورا کیا یہاں تک کہ قیامت کا یہ موعود وقت آ گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی لچر باتوں کا جواب ارشاد فرمائیں گے تم سب بھٹکنے اور بہکانے والوں کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔ وہیں تمہیں رہنا ہوگا۔ اس میں سے نکلنا نہ تمہارے اپنے بس کا ہوگا نہ کسی اور کے بس کا۔ اختیار فقط اللہ کا ہوگا اور تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں دنیا میں ماننی چاہئے تھی۔ آج تو تم مجبوراً مان رہے ہو۔ یہ کوئی ماننا نہیں ہے آج تم اس کے سوا کچھ مان ہی نہیں سکتے کہ سارے کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں اور نہ کسی میں کوئی طاقت ہے نہ کسی کو کچھ اختیار ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ جیسے تم نے شیاطین الجن اور ان کے ماننے والوں کا حال سنا۔ اسی طرح تمام ظالموں اور گنہ گاروں کو ان کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا اور جو جس درجہ کا ظالم و گنہ گار ہوگا اس کو ویسے ہی طبقہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ پھر انسانوں اور جنوں کو بطور سرزنش خطاب ہوگا کہ اے جن وبشر! کیا دنیا میں تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے تھے اور انہوں نے ہماری آیتیں نہیں سنائی تھیں اور تمہیں آج کے دن سے نہیں ڈرایا تھا؟ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہمیں اقرار ہے تیرے پیغمبر ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔ پھر جناب باری تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزاری۔ دنیا کی لذات و شہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا۔ کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ قیامت کے دن یہ اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ بیشک ہم نے نبیوں کی بات نہیں مانی۔

مسلمانوں کو تنبیہ

جہاں ان آیات میں کفار کو نہایت واضح طور پر تنبیہ ہے کہ کفر و شرک کو چھوڑ دو ورنہ قیامت میں دائمی مصیبت و پشیمانی حاصل ہوگی وہیں مسلمانوں کو بھی نہایت لطیف ترین پیرایہ میں نصیحت ہے کہ قیامت کی ملامت ایک سخت عذاب ہوگی جس سے اس دنیا ہی کی زندگی میں بچنے کی فکر لازمی ہے ورنہ مرنے کے بعد قیامت میں آنکھ کھلی تو سوائے پچھتانے کے اور کیا بنے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے غفلت کو دور کر دیں۔ اور ہم کو آخرت کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔ اس دنیا میں اور اس زندگی میں اپنا اور اپنے رسول پاک کا تابعدار اور مطیع ہم کو بنالیں تا کہ قیامت میں ذلت و رسوائی نہ ہو۔ یا اللہ اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے اور دوزخ کے عذاب سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

ذٰلِكَ	اَنْ	لَّمْ يَكُنْ	رَبُّكَ	مُهْلِكَ	الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَاَهْلُهَا	غٰفِلُوْنَ	وَلِكُلٍّ	دَرَجٰتٌ
یہ	اسلئے کہ	نہیں ہے	تیرا رب	ہلاک کرڈالنے والا	بستیاں	ظلم سے (ظلم کی سزا میں)	جبکہ انکے لوگ	بے خبر ہوں	اور ہر ایک کیلئے	درجے

(یہ رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے احکام الٰہیہ سے بے خبر ہوں

مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ

مِمَّا	عَمِلُوْا	وَمَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ	وَرَبُّكَ	الْغَنِيُّ	ذُو الرَّحْمَةِ	اِنْ	يَّشَاْ
اس سے جو	انہوں نے کیا (انکے اعمال)	اور نہیں	تمہارا رب	بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے تھے	اور تمہارا رب	بے پروا (بے نیاز)	رحمت والا	اگر	وہ چاہے

اور ہر ایک کیلئے درجے ملیں گے انکے اعمال کے سبب، اور آپکا رب انکے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور آپکا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا

يُذْهِبْكُمْ	وَيَسْتَخْلِفْ	مِنْ بَعْدِكُمْ	مَا يَشَآءُ	كَمَا	اَنْشَاَكُمْ	مِنْ	ذُرِّيَّةِ	قَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ	اِنَّ	مَا
تمہیں لے جائے	اور جانشین بنادے	تمہارے بعد	جسکو چاہے	جیسے	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	اولاد	قوم	دوسری	بے شک	جس

تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کردے جیسا تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

تُوْعَدُوْنَ	لَاٰتٍ	وَمَا	اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	قُلْ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّىْ
تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	ضرور آنیوالی ہے	اور نہیں	تم	عاجز کرنیوالے	فرمادیں	اے قوم	کام کرتے رہو	پر	اپنی جگہ	میں

وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ آپ یہ فرمادیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

عَامِلٌ	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	مَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ	الدَّارِ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ
کام کررہا ہوں	پس جلد	تم جان لوگے	کس	ہوتا ہے	اس	آخرت	گھر	بیشک	فلاح نہیں پاتے	ظالم

کررہا ہوں، سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کیلئے نافع ہوگا، یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

پیغمبروں کو بھیجنے کی حکمت

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے بھیجنے کی علت و وجہ بیان فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ بدوں آگاہ و خبردار کئے کسی کو اس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کردے اسی لئے رسول و نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن وانس کو ان کے بھلے برے اور آغاز و انجام سے خبردار کردیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بھیج کر پہلے اس بات کو واضح کردیتے ہیں کہ تمہارے لئے چلنے کا یہ راستہ ہے۔ اس راستہ سے ذرا بھی ہٹنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ اسی کے واضح کرنے کیلئے دنیا میں رسول آئے جو زبان سے اس راستہ کو اچھی

طرح واضح کر دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کر کے اور اس راستہ پر چل کر دکھا دیتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے تو انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اس کے مطابق چلے پھر اس کے اعمال دیکھے جاتے ہیں اور جس درجہ کا کسی کا عمل ہوگا حق تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کردی۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی اطاعت کی ضرورت نہیں ہے

اب اگر کوئی نہ مانے اور سیدھے راستہ پر نہ چلے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ اگر اس کا کہنا نہ مانو گے تو اس کے کام رک جائیں گے۔ جیسے اس دنیا میں ہوتا ہے کہ اگر لوگ بادشاہ یا حاکم کی بات نہ مانیں اور اس سے بغاوت کر دیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی تابعداری کی ضرورت نہ پروا۔ اس نے جو احکام انسانوں کی طرف بھیجے ہیں یہ اس کی رحمت ہے اور اس کے ماننے میں سراسر انسانوں ہی کا بھلا ہے۔ اس کی سلطنت کا کارخانہ کسی کے برتے پر قائم نہیں ہے۔ وہ چاہے تو نافرمان قوم کو ایک دم میں اٹھا لیوے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو اس کی جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع اور فرمانبردار ہو اور کسی قوم کو لے جا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباؤ اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو آخر ان کو اٹھا کر تم کو دنیا میں اسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہر حال خدا کا کام رک نہیں سکتا تم نہیں کرو گے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے۔ کوئی اگر سمجھے کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لے کر سزا سے بچ جائے گا تو یہ محض حماقت ہے۔ خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

قریش مکہ کو چیلنج

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی قوم یعنی قریش مکہ سے کہہ دیں کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا وہ میں تمہیں بتا چکا اگر تم اب بھی اپنے ہی طریقہ پر جمے رہنا چاہتے ہو تو تم جانو مگر تمہارا طریقہ غلط ہے۔ میں اس پر نہیں چل سکتا۔ میں تو وہی کروں گا جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے اب یہی کہنا پڑتا ہے کہ اب میرا تمہارا راستہ ایک نہیں رہا۔ تم اپنے طریقہ پر عمل کئے جاؤ اور میں اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہوں آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ میرا یا تمہارا اتنی بات البتہ ضرور سچ ہے کہ ظالم کبھی نہیں پھلتے پھولتے۔ آخر میں انہیں سر پکڑ کر رونا ہی پڑتا ہے۔ جن لوگوں سے یہ کہا گیا ہے وہ مکہ کے کافر ہیں اور اس وقت کوئی آثار نہ تھے کہ یہ کھاتے پیتے طاقتور لوگ بھی نیچا دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ذات جس کا شروع میں بچہ بچہ مخالف تھا جس کا نام لینا دوبھر تھا جس کے حامی اور مددگاروں کو طرح طرح سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا جس کی دشمنی ہر ایک کرتا تھا جس کو وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ خدا نے اسے غلبہ دیا۔ لاکھوں دلوں پر اس کی سلطنت ہو گئی اپنی زندگی ہی میں وہ تمام جزیرۂ نما عرب کا مالک ہو گیا اور منکرین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ یہ تو دنیا میں ان کے کرتوتوں کا پھل تھا۔ ابھی اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آخرت میں ان کا جو حشر ہوگا وہ الگ رہا اس آیت کا کہنا دنیا میں تو سچ ہو ہی چکا یقیناً آخرت میں بھی سچ ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرماویں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔ اعمال صالحہ کی ہم سب کو ہدایت فرماویں۔ اور اپنی رحمت سے ہم سے وہ کام لے لیں جن سے یا اللہ آپ راضی ہوں اور ان کاموں سے ہمیں بچا لیں جن سے آپ ناراض ہوں۔ یا اللہ بیشک آپ کے انبیاء اور رسل نے دنیا والوں کو آپ کے احکام سے پوری طرح آگاہ کر دیا اور کسی کے لئے آپ کے احکام سے بے خبر رہنے کا عذر باقی نہیں رہا۔ اب جو بھی آپ کے احکام سے روگردانی کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور خاتم الانبیاء جیسے نبی عطا فرمائے تو ہم کو اپنے ان انعامات کی سچی قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا مطیع اور فرمانبردار امتی ہو کر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

16

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	مِمَّا	ذَرَاَ	مِنَ الْحَرْثِ	وَالْاَنْعَامِ	نَصِيْبًا	فَقَالُوْا	هٰذَا	لِلّٰهِ	بِزَعْمِهِمْ	وَهٰذَا
اورانہوں نے ٹھہرایا	اللہ کیلئے	اس سے جو	اس نے پیدا کیا	کھیتی سے	اور مویشی	ایک حصہ	پس انہوں نے کہا	یہ	اللہ کیلئے	اپنے خیال میں	اور یہ

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى

لِشُرَكَآئِنَا	فَمَا	كَانَ	لِشُرَكَآئِهِمْ	فَلَا	يَصِلُ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَا	كَانَ	لِلّٰهِ	فَهُوَ	يَصِلُ	اِلٰى
ہمارے شریکوں کیلئے	پس جو	ہے	انکے شریکوں کیلئے	تو نہیں	پہنچتا	طرف-کو	اللہ	اور جو	ہے	اللہ کیلئے	تو وہ	پہنچتا ہے	طرف (کو)

پھر جو چیز اُن کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی، اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ اُنکے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے،

شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

شُرَكَآئِهِمْ	سَآءَ	مَا يَحْكُمُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	زَيَّنَ	لِكَثِيْرٍ	مِّنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قَتْلَ	اَوْلَادِهِمْ
انکے شریک	بُرا ہے	جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	اور اسی طرح	آراستہ کردیا ہے	بہت کیلئے	سے	مشرک (جمع)	قتل	انکی اولاد

انہوں نے کیا بُری تجویز نکال رکھی ہے۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں انکے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تا کہ

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

شُرَكَآؤُهُمْ	لِيُرْدُوْهُمْ	وَ	لِيَلْبِسُوْا	عَلَيْهِمْ	دِيْنَهُمْ	وَلَوْ شَآءَ	اللّٰهُ	مَا فَعَلُوْهُ
انکے شریک	تا کہ وہ انہیں ہلاک کردیں	اور	گڈمڈ کردیں	ان پر	انکا دین	اور اگر چاہتا	اللہ	وہ نہ کرتے

وہ ان کو برباد کریں اور تا کہ اُن کے دین میں گڑبڑی ڈال دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ اُن کو اور جو کچھ یہ

	فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ	
	غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے۔	سوتم انہیں چھوڑ دو	اور جو	وہ جھوٹ باندھتے ہیں	

ان کفار ومشرکین کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے اور جن کو انہوں نے مذہب اور وسیلہ نجات سمجھ رکھا تھا۔

مشرکین کی شرکیہ رسموں کی تردید

ایام جاہلیت میں مشرکین عرب میں بہت سی شرکیہ وکفریہ رسمیں رائج تھیں جن کا کہ ان آیات میں اور آئندہ آیات میں رد فرمایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کے لئے اللہ نے اپنی قدرت سے ہری بھری کھیتیاں اور مویشی پیدا کئے اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ان کے جھوٹے معبودوں اور بتوں وغیرہ کا کوئی دخل نہیں پھر بھی ان کی عقل دیکھو کہ اللہ سے زیادہ اپنے بنائے ہوئے فرضی معبودوں کا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کھیتی میں سے جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس وجہ سے وہ اس کل کا مالک ہے۔ صرف ایک حصہ اللہ کا لگایا اور اپنے گمان باطل کے مطابق کہا کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ پھر غضب یہ کہ جو حصہ ان کے معبودوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں مل سکتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے

معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ مشرکین جب کھیتی کاٹ کر غلہ جمع کرتے تو ایک حصہ تو خدا کا لگاتے اور ایک حصہ بتوں کے نام کا۔ اللہ کے نام کا حصہ غربا فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے اور بتوں کے نام کا حصہ بت خانہ کے پجاریوں اور نگہبانوں اور خادموں پر صرف کیا کرتے۔ اگر حصہ لگاتے ہوئے خدا کے حصہ میں کچھ بتوں کے حصہ کا گر جاتا تو اس کو فوراً نکال لیتے لیکن اگر بتوں کے حصہ میں خدا کا حصہ کچھ گر جاتا تو اس کو رہنے دیتے اور کہتے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے۔ کبھی ایسا کرتے کہ اللہ کے حصہ میں کچھ بڑھیا مال چلا گیا اور بت کے حصہ میں گھٹیا تو اسے بدل دیتے اور گھٹیا اللہ کی طرف اور بڑھیا بتوں کی طرف کر دیتے اس پر خدا تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں کہ یہ کیسی بے انصافی اور کیسی بری تقسیم کرتے ہیں اولاً تو یہ تقسیم ہی حماقت کی علامت ہے کہ سب چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی اسی کی ملکیت پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو کرنے والا کون؟ جو خدا لاشریک ہے اس کے شریک ٹھہرانے کا انہیں کیا منصب؟ پھر اس ظلم کو دیکھو کہ خدا کے حصہ میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کے حصہ میں سے خدا کو نہ پہنچ سکے۔

الغرض ایک رسم جاہلیت کی مشرکین کی یہ تھی کہ وہ اپنی کھیتی اور مویشی میں ایک حصہ بطور نذر نیاز کے خدا کے نام کا نکالتے اور ایک حصہ اپنے بتوں کے نام کا جس کی تردید فرمائی گئی کہ یہ فیصلہ سراسر حماقت و جہالت ہے۔

قتل اولاد کی ظالمانہ رسم کی تردید

اب آگے ایک دوسری رسم اور شیطانی کارنامہ قتل اولاد کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جیسے شیطانوں نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ اگر وہ خدا کے لئے خیرات نکالیں تو اپنے معبودوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں اسی طرح شیاطین نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بے وجہ قتل کریں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسے کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بناء پر ہم کسی کے خسر بنیں گے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہ کے جواب میں سمجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑے شد و مد سے رد کیا۔ تو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ بدترین طریقہ رائج پا گیا تھا کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی اور ان کے منہ سے یہ نہ نکلتا تھا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اس لئے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اگر کوئی لڑکی ماں کے چھپانے سے شروع میں بچ جاتی اور پھر بڑی ہو جاتی اور باپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ زندہ ہے تو وہ کسی بہانہ سے اس کو جنگل میں لے جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں دبا دیتا۔ وہ ہر چند روتی اور رحم کی درخواست کرتی مگر اس ظالم و جاہل کو رحم نہ آتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا واقعہ

یہاں موقع کی مناسبت سے سیرت کی کتابوں میں جو واقعہ حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے تقرب الٰہی کے لئے ذبح کرنے کا لکھا ہے وہ اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک بیٹے کو تقرب الٰہی کے لئے قربان کر دیں گے۔ چنانچہ جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انہوں نے اپنی منت پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کے بڑے پیارے اور سب سے چہیتے فرزند تھے۔ جن کو کہ حضور کا والد ماجد ہونا تھا۔ حضرت عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضات الٰہی کے لئے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شفیق کے لئے مزاحمت کی۔ حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شامل ہو گئی۔ آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہئے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔ چنانچہ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا مگر نام حضرت

عبداللہ کا نکلا' پھر بیس اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کی گئی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔اسی طرح ۳۰' ۴۰' ۵۰' ۶۰' ۷۰' ۸۰' ۹۰ تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔تو یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی۔ ہند' یونان' مصر' ایران' چین' افریقہ' ان تمام ممالک میں برابر جاری تھی۔اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور حضرت عبداللہ کو بھی بچایا۔اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی خون بہا کے لئے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت یعنی خون بہا کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لئے برکت کا موجب بن گیا۔ بیشک جس گرامی سردار کے فرزند ارجمند کو رحمۃ اللعالمین بننا تھا ان کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لئے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں اس وقت ہوا جب کہ نبی آخرالزمان ﷺ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کے سیدھے اور سچے راستہ پر چلائیں اور خود ساختہ رسمیں جو دین یا دنیا کی لوگوں نے رائج کر رکھی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں بچائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں جو کچھ آپ نے نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کو آپ کا عطیہ سمجھ کر آپ کی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ ان نعمتوں کی حق تلفی اور ناشکری سے ہم کو بچائیے اور ہر نعمت کی صحیح شکر گزاری نصیب فرمائیے۔

یا اللہ خلاف سنت جو رسمیں اس وقت امت میں رائج ہو گئی ہیں ان سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو بچنا نصیب فرمائیے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

وَقَالُوْا	هٰذِهٖٓ	اَنْعَامٌ	وَّحَرْثٌ	حِجْرٌ	لَّا يَطْعَمُهَآ	اِلَّا	مَنْ	نَّشَآءُ	بِزَعْمِهِمْ	وَاَنْعَامٌ	حُرِّمَتْ
اور انہوں نے کہا	یہ	مویشی	اور کھیتی	ممنوع	اسے نہ کھائے	مگر	جس کو	ہم چاہیں	انکے جھوٹے خیال کے مطابق	اور کچھ مویشی	حرام کی گئی

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جنکا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں انکو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے انکے جنکو ہم چاہیں اور مواشی ہیں

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا

ظُهُوْرُهَا	وَاَنْعَامٌ	لَّا يَذْكُرُوْنَ	اسْمَ اللّٰهِ	عَلَيْهَا	افْتِرَآءً	عَلَيْهِ	سَيَجْزِيْهِمْ	بِمَا
انکی پیٹھ (جمع)	اور کچھ مویشی	وہ نہیں لیتے	نام اللہ کا	اس پر	جھوٹ باندھتے ہیں	اس پر	ہم جلد انہیں سزا دینگے	اسکی جو

جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکے افتراء کی سزا

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ	وَقَالُوْا	مَا	فِيْ بُطُوْنِ	هٰذِهِ	الْاَنْعَامِ	خَالِصَةٌ	لِّذُكُوْرِنَا	وَمُحَرَّمٌ	عَلٰٓي
جھوٹ باندھتے تھے	اور انہوں نے کہا	جو	پیٹ میں	اس	مویشی (جمع)	خالص	ہمارے مردوں کیلئے	اور حرام	پر

دیئے دیتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مُردہ ہے تو اسمیں

اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

اَزْوَاجِنَا	وَاِنْ	يَّكُنْ	مَّيْتَةً	فَهُمْ	فِيْهِ	شُرَكَآءُ	سَيَجْزِيْهِمْ	وَصْفَهُمْ	اِنَّهٗ	حَكِيْمٌ
ہماری عورتیں	اور اگر	ہو	مُردہ	تو وہ سب	اسمیں	شریک	وہ جلد انکو سزا دے گا	انکا باتیں بنانا	بیشک وہ	حکمت والا

سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے، بلا شبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے۔ واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی

عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

عَلِيْمٌ	قَدْ خَسِرَ	الَّذِيْنَ	قَتَلُوْٓا	اَوْلَادَهُمْ	سَفَهًۢا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَّحَرَّمُوْا	مَا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ
جاننے والا	البتہ گھاٹے میں پڑے	وہ لوگ جنہوں نے	انہوں نے قتل کیا	اپنی اولاد	بیوقوفی سے	بے خبری (نادانی)	اور حرام ٹھہرایا	جو	انہیں دیا	اللہ

اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دیں تھیں ان کو حرام کرلیا محض اللہ پر افتراء باندھنے کے

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾

	افْتِرَآءً	عَلَى اللّٰهِ	قَدْ ضَلُّوْا	وَمَا كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ	
	جھوٹ باندھتے ہوئے	اللہ پر	یقیناً وہ گمراہ	اور وہ نہ تھے	ہدایت پانے والے	

طور پر۔ بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔

چند اور شرکیہ رسموں کی تردید

ان آیات میں بھی ان کی چند اور بیہودہ رسمیں اور کام بیان کئے گئے ہیں جن کو انہوں نے اپنا دین بنا رکھا تھا۔ مثلاً کسی جانور اور کسی کھیت کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور ان کے کھانے کی عام اجازت نہ تھی۔ کسی کے لئے یہ تھا کہ اس کو عورتیں نہ کھائیں۔ یا شادی شدہ نہ کھائیں۔ کنواری یا بیوہ نہ کھائیں۔ یا یہ کہ صرف مرد کھائیں یا جوان کھائیں بچے اور بوڑھے نہ کھائیں یا اس کے برعکس اسی طرح بعض جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ کہ ان پر کوئی سواری نہ کرے۔ بعض کا دودھ نکالتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیتے اس ڈر سے کہ کہیں بتوں کے ساتھ اس میں خدا کا حصہ نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ کہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم بتاتے تھے کہ ہم کو ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اسی طرح بتوں کے نام پر آزاد کئے ہوئے جانور جن کے نام بحیرہ' سائبہ' حام' اور وصیلہ ہوتے تھے اگر کوئی بچہ جنیں تو اس کا کھانا عورتوں کو منع بتلاتے تھے اور یہ کہ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اسے مرد عورت سب کھا سکتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ اس کی وجہ؟ تو کہتے کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا یہ کہنا بڑی گستاخی ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ ان کے گناہ سراسر ان کے نقصان کا باعث ہیں۔ ایک تو نادانی اور جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کرنا خواہ وہ بتوں پر قربانی کے طور پر ہو یا تنگدستی کے خوف سے ہو یا ننگ و عار کے ڈر سے ہو جیسا کہ مشرکین لڑکیوں کی بابت خیال کرتے تھے۔ کہ ان کی دوسرے سے شادی ہوگی اور یہ ان کے لئے باعث شرم ہے۔ یہ ان کی حماقت اور جہالت اور سنگدلی اور بے رحمی کا نتیجہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے اپنی ہی اولاد کو قتل کیا۔ دنیا میں اولاد سے محروم ہوئے اور آخرت کا عذاب سر پر رکھا گیا اس طرح دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ پھر یہ کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لینا اور پھر یہ جھوٹ کہنا کہ اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب باتیں یقیناً گمراہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ان ناشائستہ افعال اور بیہودہ خیالات میں مبتلا ہیں سب زیاں کار بے علم اور بے عقل ہیں اور خدا پر جھوٹ اور افترا کرنے والے گمراہ ہیں۔

آج کل کی بعض غلط رسمیں

اسلام کا اصل سبق جو وہ انسان کو سکھانا چاہتا ہے توحید ہے اور اس سورۃ میں اسی کو خوب واضح کیا گیا ہے اور توحید کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمان کو توحید پر سختی سے قائم رہنا چاہئے اور ایسی چیز کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جس سے توحید میں ذرا سا بھی خلل آتا ہو۔ آج کل بعض مسلمانوں نے بھی بہت سی غیر شرع رسوم کی پابندیاں اپنے اوپر لازم کر رکھی ہیں اور بعض اسی قسم کی خرافات میں مبتلا ہیں۔ جن کی تردید ان آیات میں کی گئی ہے مثلاً جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کے فاتحہ اور صحنک کے کھانے میں بعض جہلا نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ مرد نہیں کھا سکتے اور ہر عورت بھی نہ کھائے۔ کوئی پاک صاف نیک بخت عورت کھائے اور نہ وہ عورت کھائے جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہو (بہشتی زیور حصہ ششم) ظاہر ہے کہ یہ پابندیاں اور شرائط اور خصوصیات بالکل ایسی ہی ہیں جس کی تردید ان آیات میں فرمائی گئی ہے اور یہ پابندیاں غیر شرعی اصول کے بالکل خلاف ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں غیر شرع رسموں سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور قرآنی احکام کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ توحید کامل ہم سب کو نصیب فرما دیں اور شرک کی ملاوٹ سے ہمارے ایمانوں کو محفوظ فرما دیں۔ یا اللہ اسلام اور قرآن نے جس توحید کا سبق سکھایا ہے وہی خالص توحید ہم کو نصیب فرما۔ اور اسی پر استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت مسلمانوں میں بھی بہت سی غیر شرع رسوم پھیلی ہوئی ہیں جن کے مٹنے کی غیب سے صورت ظاہر فرما دے اور سنت کا اتباع ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما دے۔ یا اللہ ہم سے گذشتہ میں جتنی تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر صحیح اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور ہمارے اسلام و ایمان کو ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَهُوَ	الَّذِیْٓ	اَنْشَاَ	جَنّٰتٍ	مَّعْرُوْشٰتٍ	وَ	غَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ	وَالنَّخْلَ	وَالزَّرْعَ	مُخْتَلِفًا	اُكُلُهٗ
اور وہ	جس نے	پیدا کئے	باغات	چڑھائے ہوئے	اور	نہ چڑھائے ہوئے	اور کھجور	اور کھیتی	مختلف	اسکے پھل

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی

وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

وَالزَّیْتُوْنَ	وَالرُّمَّانَ	مُتَشَابِهًا	وَ	غَیْرَ مُتَشَابِهٍ	كُلُوْا	مِنْ	ثَمَرِهٖ	اِذَا	اَثْمَرَ	وَاٰتُوْا	حَقَّهٗ
اور زیتون	اور انار	مشابہ (ملتے جلتے)	اور	غیر مشابہ (جدا جدا)	کھاؤ	سے	اسکے پھل	جب	وہ پھل لائے	اور ادا کرو	اسکا حق

چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ

یَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ

یَوْمَ حَصَادِهٖ	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا یُحِبُّ	الْمُسْرِفِیْنَ	وَ	مِنَ	الْاَنْعَامِ	حَمُوْلَةً	وَّفَرْشًا
اسکے کاٹنے کے دن	اور بیجا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	پسند نہیں کرتا	بیجا خرچ کرنیوالے	اور	سے	چوپائے	باربردار (بڑے بڑے)	اور زمین سے لگے ہوئے

نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اسکے کاٹنے کے دن دیا کرو، اور حد سے مت گذرو، یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور مواشی میں

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾

كُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّیْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِیْنٌ
کھاؤ	اس سے جو	دیا تمہیں	اللہ	اور	نہ پیروی کرو	قدم (جمع)	شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا

اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

سب چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے حلال وحرام کے فیصلہ کا حق بھی اسی کو ہے

گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی مشرکین کے خودساختہ اور اپنے گھڑے ہوئے احکام پر قدرے تفصیل کے ساتھ رد فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جا رہا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کھیتیاں' باغات' چمن سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کر دیں اور اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو تعظیم وتکریم کریں اور اپنے غلوں' پھلوں اور کھانوں میں بتوں کے نام کا حصہ نکالیں حالانکہ ان جھوٹے معبودوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ اللہ ہی نے زمین سے سب کچھ پیدا کیا۔ اسی نے باغات پیدا کئے جس میں ہر قسم کا سبزہ اور درخت اگائے۔ کہیں ٹٹیوں پر بیلیں چڑھائی جاتی ہیں۔ کہیں تنہ اور ڈنڈی پر درخت اور پودے قائم ہوتے ہیں۔ اسی نے کھجور کے درخت اور مختلف قسم کی کھیتیاں اور پھل پھلار بھی پیدا کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی لذت جدا جدا ہے اور زیتون اور انار بھی پیدا کئے دیکھنے میں بعض پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقہ کے لحاظ سے الگ الگ اور حکم عام دیدیا کہ جب پھل آئیں تو تم خود بھی کھاؤ اور مساکین کو بھی واجبی حق ادا کرو اور فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شریعت کے اندر رہ کر خرچ کرے۔

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتداء مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین وفقراء پر صرف کیا جاتا تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر اس کی مقدار وغیرہ کی تعین وتفصیل کر دی گئی۔ یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

جانور اللہ نے پیدا کئے ہیں انہیں بتوں کی بھینٹ نہ چڑھاؤ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اسی خدا نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں۔ جیسے اونٹ خچر گھوڑے گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری بھیڑ وغیرہ پھر اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی روزی کھاؤ۔ پھل اناج گوشت وغیرہ اور شیطانی راہ نہ چلو۔ اس کی تابعداری نہ کرو جیسے مشرکوں نے خدا کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو وہ تمہارا دشمن ہے اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی خدا تعالیٰ کے عذاب میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اس دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست اور خیر خواہ نہ سمجھنا اس کی ذریت اور اس کے پیروؤں سے بھی بچنا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں تین حکم

یہاں ان تمام اقسام کے درختوں اور پھلوں کی نعمت کا ذکر فرما کر انسان کو تین حکم دیئے گئے۔ پہلا حکم تو خود انسان کی اپنی خواہش اور نفس کے تقاضہ کو پورا کرنے والا ہے یعنی فرمایا كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ یعنی ان درختوں اور کھیتوں و باغوں کے پھلوں کو کھاؤ جب وہ پھل دار ہو جائیں یعنی یہ اللہ ہی کی قدرت کے کرشمے اور اُسی کی رحمت وعنایت کے نمونہ ہیں کہ اس نے یہ چیزیں تمہاری غذا اور لذت کے لئے پیدا کیں لہذا تم اس کے پھل کھاؤ جبکہ وہ پھل لاوے اور اس کی قدرت کو جانو اور اس کی نعمت کی قدر کرو اور منعم کا شکر کرو۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کٹنے یا پھل توڑنے کے وقت اس کا حق بھی ادا کیا کرو۔ حق سے مراد جمہور علماء کے نزدیک غرباء و مساکین پر صدقہ وخیرات کرنا ہے۔ لیکن بعض مفسرین اور ائمہ کا قول ہے کہ اس میں تمام صدقہ وخیرات بھی شامل ہے اور وہ صدقہ جو زمین کی زکوۃ یا عشر کہلاتا ہے وہ بھی شامل ہے یعنی بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جہاں کنویں یا نہری پانی خرید کر اس سے سیراب کیا جائے تو اس میں پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوۃ واجب ہے۔

اور تیسرا حکم یہ دیا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ یعنی اسراف یا فضول خرچ مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ حدود شریعت سے تجاوز کرنا یا ناجائز باتوں میں صرف کرنا اسراف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ معلوم ہوا کہ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شرع کے اندر رہ کر خرچ کرے اور اسراف نہ کرے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔ یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔ یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن وسنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

ثَمٰنِيَةَ	اَزْوَاجٍ	مِنَ	الضَّاْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	مِنَ	الْمَعْزِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	ءٰٓالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
آٹھ	جوڑے	سے	بھیڑ	دو	اور	سے	بکری	دو	پوچھیں	کیادونوں نر	حرام کئے	یادونوں مادہ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے)۔بھیڑ میں دوقسم اور بکری میں دوقسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

اَمَّا	اشْتَمَلَتْ	عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	نَبِّئُوْنِيْ	بِعِلْمٍ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَ	مِنَ	الْاِبِلِ
یاجو	لپٹ رہاہو	اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	مجھے بتاؤ	کسی علم سے	اگر	تم	سچے	اور	سے	اونٹ

یا دونوں مادہ کو یا اس کو جسکودونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں،تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔اور اونٹ میں دوقسم

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

اثْنَيْنِ	وَمِنَ	الْبَقَرِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	ءٰٓالذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمَّا	اشْتَمَلَتْ
دو	اور سے	گائے	دو	آپ پوچھیں	کیادونوں نر	اس نے حرام کئے	یا	دونوں مادہ	یاجو	لپٹ رہاہو

اور گائے میں دوقسم،آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اسکوجسکو دونوں

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۖ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمْ	كُنْتُمْ	شُهَدَآءَ	اِذْ	وَصّٰىكُمُ	اللّٰهُ	بِهٰذَا	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ
اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	کیا	تم تھے	موجود	جب	تمہیں حکم دیا	اللہ	اس	پس کون	بڑاظالم	اس سے جو

مادہ پیٹ میں لئے ہوں، کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمکو اسکا حکم دیا،تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	لِيُضِلَّ	النَّاسَ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ
بہتان باندھے	اللہ پر	جھوٹ	تاکہ گمراہ کرے	لوگ	بغیر	علم	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظلم کرنے والے

جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے،یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھلاتا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

قُلْ	لَآ اَجِدُ	فِيْ	مَآ اُوْحِيَ	اِلَيَّ	مُحَرَّمًا	عَلٰى	طَاعِمٍ	يَطْعَمُهٗ	اِلَّا	اَنْ يَّكُوْنَ	مَيْتَةً	اَوْ دَمًا
فرمادیجئے	میں نہیں پاتا	میں	جووحی کی گئی	میری طرف	حرام	پر	کوئی کھانے والا	اسکوکھائے	مگر	یہ کہ ہو	مُردار	یاخون

آپ کہہ دیجئے کہ جوکچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں اُن میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ مُردار ہو یا یہ کہ بہتا خون ہو

مَّسۡفُوۡحًا اَوۡ لَحۡمَ خِنۡزِيۡرٍ فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ اَوۡ فِسۡقًا اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ‌ۚ فَمَنِ اضۡطُرَّ غَيۡرَ بَاغٍ

مَسۡفُوۡحًا	اَوۡ لَحۡمَ	خِنۡزِيۡرٍ	فَاِنَّهٗ	رِجۡسٌ	اَوۡ فِسۡقًا	اُهِلَّ	لِغَيۡرِ اللّٰهِ	بِهٖ	فَمَنِ	اضۡطُرَّ	غَيۡرَ بَاغٍ
بہتا ہوا	یا گوشت	سؤر	پس وہ	ناپاک	یا گناہ کی چیز	پکارا گیا	غیر اللہ کا نام	اس پر	پس جو	لاچار ہو جائے	نہ نافرمانی کرنیوالا

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۱۴۵﴾	وَلَا عَادٍ	فَاِنَّ	رَبَّكَ	غَفُوۡرٌ	رَحِيۡمٌ
اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔	اور نہ سرکش	تو بیشک	تیرا رب	بخشنے والا	نہایت مہربان

جانوروں کی حلت وحرمت کے بارے میں مشرکین کے موقف کا بطلان

اسلام سے پہلے مشرکین عرب کی حالت ... رعقیدوں کا یہ حال بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں کی تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے۔ جیسے بحیرہ' سائبہ' وصیلہ' اور حام جن کا ذکر سورۂ مائدہ میں آ چکا ہے۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر دی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے باغات اور طرح طرح کے درخت اور مختلف پھل پیدا کئے اور ان کے کھانے کی عام اجازت دی۔ اسی طرح مشرکین نے چار پایوں میں ناجائز رسوم کو دخل دے رکھا تھا۔ عرب میں چار قسم کے جانور لوگوں کے پاس زیادہ تھے۔ بھیڑ' بکری' اونٹ وگائے۔ ان کے نر مادہ لئے جائیں تو آٹھ قسم ہوتی ہیں۔ یہی کثیر الاستعمال تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہی آٹھ قسموں کی صراحت فرما دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے خدا نے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا پیٹ کے بچہ کو؟ اگر اس نے نہیں کیا تو تمہیں کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کو حرام یا حلال کرو۔ پھر ان مشرکین سے سوال کیا جاتا ہے کہ اچھا بتاؤ کہ تم ان جانوروں کی تحلیل وتحریم کس قاعدہ سے کرتے ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ تو اللہ کے حکم سے کی گئی ہے عقل وقیاس کو اس میں دخل نہیں اور چون وچرا کی گنجائش نہیں تو اس کا کوئی ثبوت وسند پیش کرو۔ ثبوت دو ہی قسم کا ہو سکتا ہے۔ یا تو حلال اور حرام کا علم رسول کی معرفت بذریعہ وحی ہوا ہو گا تو اس کے تو تم قائل ہی نہیں یا حق تعالیٰ نے بلاواسطہ اس کا تم کو حکم دیا ہو گا تو بتاؤ ایسا کب ہوا؟ کیا اس فرمان خدا کے وقت تم موجود تھے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں اللہ پر بہتان تراشی کرتے ہو اور کیوں جھوٹ بول کر بے علمی کے ساتھ باتیں بنا کر خدا کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتے۔ اب مشرکین نے کچھ چیزیں از خود حلال وحرام بنا رکھی تھیں کہ بعض حلال جانوروں کو حرام ٹھہرا رکھا تھا اور بعض حرام چیزوں کو مثلاً خون کھانے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے کو حلال بنا رکھا تھا اس لئے اب دوسرے طریقہ سے مشرکین کے قول کا رد کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی چیز کا حرام کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے جو بندوں کی مصلحت پر نظر کر کے بذریعہ وحی اس کے حرام ہونے کی خبر نبی کی معرفت دیتا ہے۔

کھانے کی چیزوں میں چار حرام چیزیں

اس لئے یہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا یعنی قرآن اس میں تو میں کھانے کی چیزوں میں بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی حرام نہیں پاتا۔ اوّل میتۃ یعنی مردار اور اس میں درندوں کا پھاڑا ہوا۔ لٹھ سے مارا ہوا۔ باہم لڑ کر یا ٹکرا کر مرا ہوا۔ پہاڑ سے یا بلندی سے گر کر مرا ہوا۔ دریا میں کنویں میں یا تالاب میں ڈوب کر مرا ہوا۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا یا کسی اور قسم کا مردار سب حرام ہے۔ دوسرے دم مسفوح یعنی وہ خون جو بہہ کر جانوروں میں سے نکلتا ہے بوقت

ذبح یا زخم یا کاٹنے سے۔ تیسرے لحم خنزیر یعنی سور کا گوشت اس میں سور کی ہڈی، بال، کھال سب شامل ہیں اور یہ سب حرام و نجس ہیں۔ چوتھے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور یعنی ان چار قسم کی چیزوں کا کھانا حرام فرمایا گیا کیونکہ وہ ناپاک اور خبیث تھیں۔

اضطرار و جبر کی حالت کا حکم

مگر شدت بھوک کی بے تابی اور جان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو اور کوئی حلال چیز کھانے کو نہ ملے تو اس وقت جان بچانے کے لئے ان چار چیزوں میں سے بھی کھانے کی اجازت ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک تو کھانے میں طالب لذت نہ ہو اور دوسرے قدر ضرورت اور حاجت سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ اخیر میں فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ حرام کھانا تو بہر صورت ناجائز ہے لیکن حالت اضطرار میں شرط مذکورہ کے ساتھ کھایا جائے تو اس ارتکاب حرام کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ یہاں آیت میں مطلقاً جانوروں کی حلت و حرمت کا بیان نہیں ہے کہ جو یہ شبہ ہو کہ کیا ان چار چیزوں کے علاوہ اور سب چیزیں حلال ہیں حالانکہ بعض اور جانور بھی حرام ہیں۔ بلکہ یہاں ان چیزوں کے متعلق گفتگو ہے جن میں مسلمانوں اور مشرکین میں نزاع تھا اور جن میں پہلے سے کلام ہو رہا ہے یعنی وہ حرام تھیں اور مشرکین ان کو حلال جانتے تھے یا وہ حلال تھیں اور مشرکین ان کو حرام بتلاتے تھے۔ تو اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی حرمت دوسری آیات سے ثابت ہے یا حدیث سے دوسری چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین کے معاملہ میں ہم سے جو ظلم و زیادتی گزشتہ دور میں ہو چکی اسے معاف فرما دیجئے اور آئندہ ہم کو راہ راست پر چلنے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیے اور شریعت مطہرہ کی ظاہر میں و باطن میں کامل پابندی نصیب فرمائیے۔

یا اللہ آپ نے جن چیزوں کو حرام فرما دیا ہے ان کے کھانے اور استعمال کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب ہو اور جن اشیاء کو آپ نے حلال فرمایا ہے ان کو کھا کر اور استعمال کر کے آپ کی شکر گزاری نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کے سارے احکام فوائد و مصلحت کے ہوتے ہیں ہر حال میں اپنے احکام کی ہم کو پابندی اور تابعداری نصیب فرمائیے اور اکل حلال ہم کو نصیب فرمائیے اور اکل حرام سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

وَعَلَى	الَّذِيْنَ	هَادُوْا	حَرَّمْنَا	كُلَّ	ذِيْ ظُفُرٍ	وَ	مِنَ الْبَقَرِ	وَالْغَنَمِ	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ
اور پر	وہ جو کہ	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کردیا	ہر ایک	ناخن والا جانور	اور	گائے سے	اور بکری	ہم نے حرام کردی	اُن پر

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے، اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں اُن پر ہم نے حرام کر دی تھیں

شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ

شُحُوْمَهُمَا	اِلَّا	مَا حَمَلَتْ	ظُهُوْرُهُمَا	اَوِ الْحَوَايَا	اَوْ	مَا اخْتَلَطَ	بِعَظْمٍ	ذٰلِكَ	جَزَيْنٰهُمْ
اُنکی چربیاں	سوائے	جو اٹھاتی ہو (لگی ہو)	انکی پیٹھ (جمع)	یا انتڑیاں	یا	جو ملی ہو	ہڈی سے	یہ	ہم نے انکو بدلہ دیا

مگر وہ جو انکی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو، اُنکی شرارت کے سبب ہم نے اُن کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۱۴۶ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ

بِبَغْيِهِمْ	وَاِنَّا	لَصٰدِقُوْنَ	فَاِنْ	كَذَّبُوْكَ	فَقُلْ	رَبُّكُمْ	ذُوْ رَحْمَةٍ	وَّاسِعَةٍ	وَلَا يُرَدُّ
انکی سرکشی کا	اور بیشک ہم	سچے ہیں	پس اگر	آپکو جھٹلائیں	تو کہدیں آپؐ	تمہارا رب	رحمت والا	وسیع	اور ٹالا نہیں جاتا

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اُس کا

بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۴۷

بَاْسُهٗ	عَنِ	الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ
اسکا عذاب	سے	مجرموں کی قوم

عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیتوں سے یہ مضمون برابر بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جو شخص حلال وحرام کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور میں مانے تو اس نے شرک کیا۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔

گذشتہ آیات سے یہ صاف معلوم ہوا کہ حلال وحرام کا قاعدہ قانون مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نہ کسی اور کا مشرکین کے کہنے اور ان کے باطل عقیدہ رکھنے سے نہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز حرام ہو سکتی ہے اور نہ حرام کی ہوئی چیز حلال کی جا سکتی ہے۔ اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا ہے کہ انسان کے لئے سب چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن کو کہ اللہ نے خود حرام کیا۔

یہود سرکشی کی وجہ سے ان پر حرام کی گئی بعض چیزیں

گذشتہ آیت میں ایسی چار چیزوں کا بیان ہوا یعنی مردار، بہتا ہوا خون سور کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے جن کا استعمال اللہ نے حرام کیا ہے پھر اپنے اختیار سے اس قانون میں ایک استثنا بیان فرما دیا کہ شدت بھوک کی بے تابی میں جان بچانے کے لئے اگر کوئی چیز اور نہ ہو تو یہ حرام کی ہوئی چیز بھی کھائی جا سکتی ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو جس حالت میں چاہیں اور جب چاہیں حلال فرما سکتے ہیں اور جس حالت میں چاہیں حرام رکھ سکتے ہیں۔ اسی اختیار کو واضح کرنے کے لئے یہاں ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حلال چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے عارضی طور پر حرام کر دی تھیں۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی اور الگ الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شتر مرغ بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ اسی طرح گائے بکری کی چربی جو پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا

ہڈی کے ساتھ نہ لگی ہو۔ وہ بھی ان پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی اور یہ اس لئے حرام کی گئی کہ وہ شریر تھے۔ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اس کے حکم نہ مانتے تھے۔ یہود جو یہ دعوٰی کرتے تھے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم ونوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے ہمیشہ سے حرام چلی آئی ہیں تو یہ غلط ہے سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں جو کوئی اس کے خلاف دعوٰی کرے جھوٹا ہے۔

مشرکین کے پاس حضورؐ کے انکار کی کوئی دلیل نہیں رہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اب اس تحقیق کے بعد بھی اگر یہ مشرکین آپ کو نعوذ باللہ کاذب کہیں اور آپ کی بات نہ مانیں اس مضمون میں صرف اس وجہ سے کہ ان پر عذاب نہیں آتا تو اے نبی آپ جواباً ان مشرکین کو کہہ دیجئے کہ تم کو سزا فوراً اس لئے نہیں ملتی کہ تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جرم کرنے والے کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اسے ڈھیل دیتا ہے لیکن اس کے معنٰی یہ نہیں ہیں کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تمہارا طرز عمل ٹھیک ہے اور تم مجرم نہیں ہو۔ اللہ مجرم کو ڈھیل تو دے دیتا ہے لیکن دیر یا سویرا سے سزا ضرور ملے گی۔ کیونکہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر سے کبھی نہیں ٹلتا۔

ان آیات سے یہ صاف حکم نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ہنسی خوشی، چاق و چوبند چلتے پھرتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ گنہ گاروں کو سزا و عذاب کا اعلان محض دھمکی ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ساری نعمتیں گنہ گاروں کو حاصل ہیں اور وہ مزے سے دندناتے پھرتے ہیں کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ تو یہاں ان آیات سے اور دوسری آیات سے بھی معلوم ہوا کہ مجرموں کو عذاب مل کر رہے گا دیر ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے جب وقت آ گیا پھر ٹلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالٰی نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس قرآن کریم کے واسطے سے اپنے جتنے احکام نازل فرمائے ہیں ان سب کا ہم کو پورا پورا فرمانبردار بنا دیں۔ آخرت کی سزا و عذاب سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچالیں۔ دین اسلام کی بتلائی ہوئی توحید ہم سب کو نصیب فرما دیں اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما دیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ دور میں جو گناہ اور قصور سرزد ہو چکے ہیں ہم کو ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ نصیب فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہم سے مؤاخذہ نہ فرما۔ وترجوا رحمتک و نخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ

سَيَقُولُ	الَّذِينَ + أَشْرَكُوا	لَوْ	شَاءَ اللَّهُ	مَا أَشْرَكْنَا	وَلَا	آبَاؤُنَا	وَلَا	حَرَّمْنَا	مِنْ شَيْءٍ
جلد کہیں گے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	اگر	چاہتا اللہ	ہم شرک نہ کرتے	اور نہ	ہمارے باپ دادا	اور نہ	ہم حرام ٹھہراتے	کوئی چیز

اب مشرکین یوں کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے

كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ

كَذَٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِينَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	حَتَّىٰ	ذَاقُوا	بَأْسَنَا	قُلْ	هَلْ	عِنْدَكُمْ	مِنْ + عِلْمٍ
اسی طرح	جھٹلایا	جو لوگ	ان سے پہلے	یہاں تک کہ	انہوں نے چکھا	ہمارا عذاب	فرما دیجئے	کیا	تمہارے پاس	کوئی علم (یقینی بات)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے

فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ

فَتُخْرِجُوهُ	لَنَا	إِنْ	تَتَّبِعُونَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَإِنْ	أَنْتُمْ	إِلَّا	تَخْرُصُونَ	قُلْ	فَلِلَّهِ	الْحُجَّةُ
تو اسکو نکالو (ظاہر کرو)	ہمارے لئے	نہیں	تم پیچھے چلتے ہو	مگر (صرف)	گمان	اور اگر (نہیں)	تم	صرف	اٹکل چلاتے ہو	فرما دیں	اللہ ہی کیلئے	حجت

تا کہ اسکو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم لوگ بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔ آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی

الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾

	الْبَالِغَةُ	فَلَوْ شَاءَ	لَهَدَاكُمْ	أَجْمَعِينَ	
پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔	پوری	پس اگر وہ چاہتا	تو تمہیں ہدایت دیتا	سب کو	

اہل باطل کا ایک آخری حیلہ اور اس کا جواب

عموماً اہل باطل کوتاہ فہم جب دلیل سے عاجز آ جاتے ہیں تو تقدیر کا مسئلہ اور مشیت الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے اور اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوتے تو وہ ہم کو کرنے نہ دیتا۔ ہم کو ایسے کام کرنے سے روک دیتا۔ چنانچہ کفار مکہ بھی قرآنی دلائل کے آگے عاجز ہو کر ایسا ہی کہتے تھے۔ اس آیت میں بطور پیشین گوئی کے پہلے ہی بتا دیا گیا کہ مشرکین مکہ ایسے لچر پوچ اور نامعقول عذر پیش کریں گے اور وہ کہیں گے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو نہ ہم سب شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو ان تمام مشرکانہ اقوال وافعال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یونہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کارروائیاں پسندیدہ ہیں۔ ناپسندیدہ ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ تو مشرکین اس دلیل سے اپنے خرافات وکفریات کا مستحسن ہونا ثابت کرنا چاہتے تھے ان کے اس قول کا رد حق تعالیٰ نے فرما دیا۔

مشرکین کے اس دلیل کا نامعقول ہونا ذرا غور کرنے سے سمجھ دار کے سمجھ میں آ سکتا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھئے کہ ایک نیک نام گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دے دیتی۔ بلکہ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے۔ کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے۔ کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی الاعلان ثابت کی جا سکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور

فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہو گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔

دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اظہار و اثبات جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا تب اس کو مشاہدہ ہو جائے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔ بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم وقدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے عالم سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین واحکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کونسی ناپسند ہے۔ جو کچھ اللہ کی مرضی تھی وہ تو اللہ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے ظاہر کر چکا اور لوگوں کو کامل اختیار دے دیا کہ نیک راہ چلیں یا بری راہ چلیں البتہ یہ صاف صاف بتا دیا کہ نیک راہ چلنے والوں کا نتیجہ اچھا اور بری راہ اختیار کرنے والوں کا نتیجہ برا ہوگا۔ اب جبکہ پیغمبر اللہ کی مرضی پر چلنے کی ترغیب دینے کے لئے دنیا میں آئے تو بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ مجرم ٹھہرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی چنانچہ بہت سی قومیں اپنی جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزہ چکھ چکے ہیں پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چندروز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جرائم معاذ اللہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس عالم میں عقلی اور عملی قوتوں اور کسب واختیار کی آزادی کے ساتھ پیدا کیا اور اپنی رضامندی اور ناراضگی کی باتیں دونوں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے دنیا والوں پر ظاہر کر دی گئیں اور نیک و بد صاف صاف بتلا دیا گیا۔ تا کہ انسان اپنے قصد اور ارادہ سے راہ راست اختیار کرے۔ اور جنہوں نے قصداً راہ راست اختیار نہ کی اور رسولوں کو جھٹلایا وہ دیدہ دانستہ بہکے اور اپنے باطل خیالات پر چلے اور اپنے اختیار کو موقع پر صحیح استعمال میں نہ لانے سے موردالزام ٹھہرے۔ بیشک خدا چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لئے مجبور ہو جاتے۔ لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست پر چلنے کے لئے مجبور ہو جاتے لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست اختیار کریں اور نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں عقل سے کام لیں۔

خلاصہ یہ کہ مشرکین کا یہ استدلال کہ اگر ہمارا کفر و شرک خدا کو ناپسند ہوتا تو خدا ہم کو یہ افعال کرنے ہی نہ دیتا۔ یہ بالکل مہمل دلیل ہے اس لئے کہ یہ دلیل تو چور، قزاق اور ڈاکو بھی پیش کر سکتا ہے کہ اگر میری چوری اور قزاقی اور ڈاکہ زنی خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی تو خدا مجھے چوری ہی نہ کرنے دیتا بلکہ ہر باطل پرست یہی دلیل پیش کر سکتا ہے۔ تو اس کا رد فرمایا گیا کہ خداوند احکم الحاکمین کا کافروں کو انبیاء کرام کی تکذیب پر فوراً ہی نہ پکڑنا اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا کے نزدیک کفر و شرک کوئی جرم نہیں۔ کسی حکومت کا مجرم کو ڈھیل دینا اور فوری طور پر نہ پکڑنا قانوناً یہ کہ فعل کے جواز کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ حجت اور دلیل حکومت کا قانون ہے۔ قانون جس چیز اور جس بات کو ممنوع قرار دے گا وہ جرم ہوگا اسی طرح حجت بالغہ قانون شریعت ہے۔ جس چیز کو قانون شریعت ممنوع اور حرام قرار دے وہی جرم ہے۔ جو اس کے خلاف ورزی کرے گا وہ مجرم ہوگا۔ غرض یہ کہ کسی فعل کے جواز اور عدم جواز کی دلیل قانون شریعت ہے اللہ تعالیٰ کے حلم۔ اور اس کی مشیت اور مہلت کو کسی فعل کے جواز کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ ابھی آگے مشرکین کے اس قول کو دوسری طرح سے رد فرمایا جاتا ہے۔ جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے تو ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب فرمایئے اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ آپ کے جو احکام و قوانین آپ کے خاتم الانبیاء وسید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں وہی حق ہیں اور انہیں کے اتباع میں نجات ہے۔ یا اللہ ہم کو اپنے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمایئے اور باطل سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ

قُلْ	هَلُمَّ	شُهَدَآءَكُمْ	الَّذِيْنَ	يَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَ	هٰذَا	فَاِنْ	شَهِدُوْا	فَلَا تَشْهَدْ
فرمادیں	تم لاؤ	اپنے گواہ	جو	گواہی دیں	کہ	اللہ	حرام کیا	یہ	پھر اگر	وہ گواہی دیں	تو تم گواہی نہ دینا

آپ کہیئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ

مَعَهُمْ	وَلَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَالَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَهُمْ
انکے ساتھ	اور نہ پیروی کرنا	خواہشات	جو لوگ	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے ہیں	آخرت پر	اور وہ

سماعت نہ فرمایئے، اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

بِرَبِّهِمْ	يَعْدِلُوْنَ	قُلْ	تَعَالَوْا	اَتْلُ	مَا حَرَّمَ	رَبُّكُمْ	عَلَيْكُمْ	اَلَّا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْئًا	وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اپنے رب کے برابر	ٹھہراتے ہیں	فرمادیں	آؤ	میں پڑھ کر سناؤں	جو حرام کیا	تمہارا رب	تم پر	کہ نہ شریک ٹھہراؤ	اسکے ساتھ	کچھ کوئی	اور والدین کیساتھ

اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ آپ کہیئے کہ آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جنکو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی

اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا

اِحْسَانًا	وَلَا تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	مِّنْ	اِمْلَاقٍ	نَحْنُ	نَرْزُقُكُمْ	وَاِيَّاهُمْ	وَلَا تَقْرَبُوا
نیک سلوک	اور نہ قتل کرو	اپنی اولاد	سے	مفلس	ہم	تمہیں رزق دیتے ہیں	اور ان کو	اور قریب نہ جاؤ تم

چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو، ہم انکو اور تمکو رزق دیں گے، اور بے حیائی کے جتنے طریقے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ

الْفَوَاحِشَ	مَا ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَلَا تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا بِالْحَقِّ
بے حیائی (جمع)	جو ظاہر ہو	اس سے (ان میں)	اور جو	چھپی ہو	اور نہ قتل کرو	جان	جو۔جس	حرمت دی	اللہ	مگر حق پر

ہیں انکے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں، اور جسکا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
یہ	تمہیں حکم دیا ہے	اس کا	تاکہ تم	عقل سے کام لو (سمجھو)

اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

مشرکین کو چیلنج کہ کوئی نقلی دلیل ہے تو لاؤ: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اقوال کو نقل فرما کر ان کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ مشرکین کی حجت و دلیل بالکل مہمل اور باطل ہے لیکن چونکہ کسی بات کے اثبات کرنے کا ایک طریقہ نقل صحیح بھی ہے اس لئے آگے ان آیات میں

مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری اس من گھڑت تحریم کا باطل ہونا عقلی دلیل سے تو باطل ثابت ہو گیا اب اگر تمہارے پاس کوئی نقلی ہی دلیل ہو تو لاؤ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں ان کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں جو یہ بیان کریں کہ جس وقت اللہ نے یہ چیزیں حرام کی تھیں ہم موجود تھے۔ اگر بالفرض دو چار گستاخ جھوٹے بے حیا یہ ہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو یقیناً وہ جھوٹے ہوں گے۔ اہل ایمان کو ہدایت دی گئی کہ تم ایسوں کی بات پر کان بھی نہ دھرو اور نہ ان کا کہنا مانو چونکہ ان مشرکین کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ گواہ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اس لئے اہل ایمان کو تلقین فرمائی گئی کہ تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کرنا جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

وہ حرام اعمال مشرکین جن کے مرتکب ہوتے تھے

اب آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنہیں خدا نے واقعی حرام کیا اور جو ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں۔ گویا نہایت حکیمانہ اسلوب اور طرز سے یہ بتلانا ہے کہ جو واقعی حرام چیزیں ہیں ان کو ان مشرکین نے بالکل نظرانداز کر رکھا ہے بلکہ ان میں مبتلا ہیں اور جو چیزیں حرام نہیں تھیں ان کو محض فرضی طور پر حرام کر رکھا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہئے کہ تم تو ناحق خدا پر افترا کرتے ہو کہ خدا نے فلاں چیز حرام کی ۔ فلاں حرام کی۔ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو سچ مچ تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں اور جو میں بذریعہ وحی خدا بیان کرتا ہوں۔ اچھا سنو اس نے تم پر شرک کو حرام کیا ہے۔ اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس نے تم پر والدین کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ عمدہ سلوک اور برتاؤ کرو۔ اور تم پر قتل اولاد کو حرام کیا ہے۔

اور تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو افلاس اور غریبی کے سبب قتل نہ کرو اللہ تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی اور تم پر بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بے حیائی کی باتوں کے پاس بھی نہ پھٹکو خواہ وہ علانیہ ہوں یا خفیہ ہوں اور قتل ناحق کو بھی حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جس کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے۔ ہاں حق شرعی پر قتل جیسے حدود وقصاص میں یا رجم میں یا ارتداد میں جائز ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ ان سب کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم ان کو سمجھو اور سمجھ کر عمل کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بیان فرمائیں جن کا تاکیدی حکم دیا گیا اور جن کا کرنا حرام ثابت ہوا۔ پہلی بات شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک وساجھی ٹھہرانا دوسری بات والدین کے ساتھ بدسلوکی اور اچھا برتاؤ نہ کرنا تیسری بات قتل اولاد یعنی فقر و افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کر دینا چوتھی بات بے حیائی کے کام کرنا پانچویں کسی کو ناحق قتل کرنا۔ ان امور کا خطاب اگرچہ بلاواسطہ مشرکین مکہ کی طرف ہے مگر مضمون خطاب عام ہے اور تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجودہ حاضر ہوں یا آئندہ آنے والی نسلیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو تمام ناجائز اور حرام باتوں سے ظاہراً و باطناً بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شریعت مطہرہ کے موافق ہم کو زندگی گزارنے اور ظاہر و باطن کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں قرآن وسنت کے احکام کی پابندی نصیب فرما اور من مانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچنے کا عزم عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جن باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے ہم کو ان کی کامل پابندی کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہر طرح کے خفی وجلی شرک سے بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم میں سے جن کے والدین زندہ ہیں ہم کو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے حیائی اور فحش باتوں اور کاموں سے کامل گریز نصیب فرما۔ یا اللہ ملک میں اس وقت قتل ناحق کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے ہمارے دامن کو پاک رکھئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

وَلَا تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِىْ	هِىَ	اَحْسَنُ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ	وَاَوْفُوْا	الْكَيْلَ
اور قریب نہ جاؤ	مال	یتیم	مگر	ایسے جو	وہ	بہترین	یہاں تک کہ	پہنچ جائے	اپنی جوانی	اور پورا کرو	ماپ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے اور ناپ تول پوری کیا کرو انصاف کیساتھ

وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ

وَالْمِيْزَانَ	بِالْقِسْطِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	وَاِذَا	قُلْتُمْ	فَاعْدِلُوْا	وَلَوْ كَانَ
اور تول	انصاف کیساتھ	ہم تکلیف نہیں دیتے	کسی کو	مگر	اسکی وسعت (مقدور)	اور جب	تم بات کرو	تو انصاف کرو	خواہ ہو

ہم کسی شخص کو اُسکے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد

ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ

ذَا قُرْبٰى	وَ	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	اَوْفُوْا	ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَاَنَّ	هٰذَا	صِرَاطِىْ
رشتہ دار	اور	عہد	اللہ	پورا کرو	یہ	اس نے تمہیں حکم دیا	اس کا	تاکہ تم	نصیحت پکڑو	اور یہ کہ	یہ	میراستہ

کیا کرو اُسکو پورا کرو انکا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ یہ دین میرا رستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری

مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ

مُسْتَقِيْمًا	فَاتَّبِعُوْهُ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	السُّبُلَ	فَتَفَرَّقَ	بِكُمْ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ بِهٖ
سیدھا	پس اس پر چلو	اور نہ چلو	راستے	پس جدا کردیں	تمہیں	سے	اسکا راستہ	یہ	حکم دیا اس کا

راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
تاکہ تم نافرمانی سے احتیاط رکھو۔	تاکہ تم	پرہیزگاری اختیار کرو

چار مزید اعمال جو مشرکین حلال سمجھتے حالانکہ وہ حرام ہیں

پانچ باتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں جن کا حرام ہونا بتلایا گیا تھا۔

۱-شرک باللہ ۲-والدین کے ساتھ بدسلوکی ۳-قتل اولاد ۴-بے حیائی کے کام مثل زنا وغیرہ ۵-کسی کو ناحق قتل کرنا

اب مزید چار باتیں ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ کہ یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف' دوسرے یہ کہ ناپ تول میں کمی اور دغا' تیسرے یہ کہ خلاف عدل وانصاف فیصلہ یا شہادت دینا' چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جائے اس کو پورا کیا جائے اور اس کے خلاف کرنا یا اس کو پورا نہ کرنا تو کل یہ نو باتیں ہوئیں۔ جو گذشتہ اور ان آیات میں بیان فرمائی گئیں اور اخیر میں بتلایا گیا کہ احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور عملاً واعتقاداً ان کا پورا کرنا یہی صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ ہے جو تم کو دکھلا دی گئی۔ اب اس پر چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا

دوسرے راستہ پر چلے گا وہ خدا کے راستہ سے بھٹکا۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت میں نیز اسی طرح دیگر آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو اتحاد و اتفاق کا حکم دیا اور ان کو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کر دیا کہ تم سے اگلے لوگوں کی تباہی کا سبب ہی یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے دین میں جھگڑے اور بحثیں نکال کھڑی کی تھیں۔تو یہاں بتلایا گیا کہ سبیل الٰہی تو بس ایک صراط مستقیم ہے اور اس سے جدا جو گمراہی کی راہیں ہیں وہ بہت سی ہیں۔حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی ہے جو راست و مستقیم ہے اور طریق رشد وہدایت ہے اس کی پیروی کرو پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں چھوٹے ٹیڑھے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں ان سے بچو اور تائید میں حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین میں اختلافات سے بچنا چاہیے کیونکہ صراط مستقیم تو ایک ہی راستہ ہے جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔اگر دین میں اختلاف کیا تو ظاہر ہے کہ سب کا ایک راستہ نہ رہے گا اور مختلف لوگ مختلف راستوں پر پڑیں گے جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کہ ایک راستہ کو چھوڑ کر اور راستے مت ڈھونڈھنا ورنہ بھٹک جاؤ گے۔

یتیم کے مال میں احتیاط

یہاں ان آیات میں پہلا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حرمت کے متعلق ارشاد ہوا کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔اس میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پالنے والے کو خطاب ہے کہ وہ ان کے مال کو ایک آگ سمجھیں اور ناجائز طور پر اس کے کھانے اور لینے کے پاس بھی نہ جائیں جیسا کہ دوسری ایک آیت میں انہی الفاظ کے ساتھ آیا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔البتہ یتیم کے مال کی حفاظت کرنا اور کسی ایسی جائز تجارت یا کاروبار میں لگا کر بڑھانا جس میں عادۃً نقصان کا خطرہ نہ ہو یہ طریقہ مستحسن اور ضروری ہے۔یتیموں کے ولی کو ایسا کرنا چاہئے۔اس کے بعد مال یتیم کی حفاظت کی ذمہ داری کی حد بتلا دی حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے تو ولی کی ذمہ داری ختم ہو گئی اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔(معارف القرآن جلد سوم از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

ناپ تول میں کمی نہ کرو

دوسرا حکم ان آیات میں ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا ہے۔انصاف کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا دوسرے فریق کے حق میں کوئی کمی کرے اور لینے والا اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید جرم قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے تیسویں پارہ سورۂ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے ذمہ جو دوسرے کا حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا۔جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا وقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے وہ کوئی وزیر یا امیر ہو یا معمولی ملازم ہو اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے تو وہ بھی مطففین میں داخل ہے۔(معارف القرآن جلد سوم)

عدل وانصاف کے خلاف نہ کرو

تیسرا حکم یہ فرمایا کہ عدل وانصاف کیخلاف کرنا حرام ہے۔ارشاد ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى یعنی جب تم بات کہو تو

حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا رشتہ دار ہی ہو اس جگہ کسی خاص بات کا ذکر نہیں اس لئے جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہر قسم کی بات کو شامل ہے خواہ وہ بات کسی معاملہ کی گواہی ہو یا حاکم کی طرف سے فیصلہ یا آپس میں مختلف قسم کی گفتگو ان سب میں ارشاد قرآنی یہ ہے کہ ہر جگہ ہر حال بات کرتے ہوئے حق و انصاف کا خیال رہنا چاہئے کسی مقدمہ کی گواہی یا فیصلہ میں حق و انصاف قائم رکھنے کے معنی ظاہر ہیں کہ گواہ کو جو بات یقینی طور پر معلوم ہے وہ اپنی طرف سے کسی کمی بیشی کئے بغیر جتنا معلوم ہے صاف صاف کہدے اپنی اٹکل اور گمان کو دخل نہ دے۔

عہد کو پورا کرو

چوتھا حکم اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے اور عہد شکنی سے بچنے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے بِعَهْدِ اللهِ اَوْفُوْا یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہو سکتا ہے جو ازل میں عالم ارواح میں ہر انسان سے لیا گیا۔ جس میں سب انسانوں سے کہا گیا تھا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا بلیٰ یعنی بلاشبہ آپ ہمارے رب اور پروردگار ہیں۔ اس عہد کا مقتضی یہی ہے کہ پروردگار کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو سارے کاموں سے مقدم اور اہم جانیں اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اور ان کے شبہات سے بھی بچتے رہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن وسنت نے جو صراط مستقیم متعین کی ہے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اسی صراط مستقیم پر چلنا اور تازیست قائم رہنا نصیب فرمایئے اور اس کے خلاف سے بچایئے۔

یا اللہ ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لاکر آپ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں شریعت مطہرہ کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ تا کہ صراط مستقیم سے ہمارا ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ پڑنے پائے۔

یا اللہ دین میں افتراق اور اختلاف کی وباء ہم سے ہٹا لیجئے اور آپس میں ہمیں اتحاد و اتفاق کی نعمت عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى									
ثُمَّ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	تَمَامًا	عَلَى	الَّذِيْ	اَحْسَنَ	وَتَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ شَيْءٍ	وَّهُدًى
پھر ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	نعمت پوری کرنے کو	پر	جو	نیکوکار ہے	اور تفصیل	ہر چیز کی	اور ہدایت
پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو									

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٥٤﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا										
وَرَحْمَةً	لَعَلَّهُمْ	بِلِقَآءِ	رَبِّهِمْ	يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	فَاتَّبِعُوْهُ	وَاتَّقُوْا
اور رحمت	تاکہ وہ	ملاقات پر	اپنا رب	ایمان لائیں	اور یہ	کتاب	ہم نے نازل کی	برکت والی	پس اسکی پیروی کرو	اور پرہیزگاری اختیار کرو
تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لاویں۔اور یہ ایک کتاب ہے جسکو ہم نے بھیجا بڑی خیرو برکت والی سو اسکا اتباع کرو اور ڈرو										

	لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٥﴾	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
	تاکہ تم پر رحمت ہو۔	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے تم پر

گذشتہ نواحکام کی اہمیت کہ وہ سابقہ انبیاء پر بھی نازل ہوتے رہے

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ احکام مذکورہ کی تعمیل کوئی نئی بات نہیں اور صرف امت محمدیہ پر ہی واجب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انبیاء کی معرفت اچھے برے اور نیک و بد احکام کی صراحت کرتے رہے ہیں اور نہ یہ قرآن کوئی نئی کتاب الٰہی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی مختلف انبیاء پر ہدایت خلق کے لئے آسمانی کتابیں آتی رہی ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب دی گئی تھی یعنی توریت جو نیکوں اور نیکوکاروں کے لئے ناتمام اور ناقص نہ تھی بلکہ دینی ضروریات اس میں سب موجود تھیں۔اور معاشرت واخلاق کے ضروری احکامات وقواعد اس میں مذکور تھے اور لوگوں کی نجات آخرت اور سہولت دنیوی کے لئے ہدایت ورحمت تھی تاکہ لوگوں کو اس کتاب کی تعلیم وقواعد وہدایت دیکھ کر اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے اور توریت کا تتمہ انجیل تھی اس میں بھی یہی ہدایتیں اور وصیتیں تھیں۔اس کے بعد زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا اور انسان کی حالت اس کے ساتھ بدلتی رہی یہاں تک کہ وہ وقت آ پہنچا کہ انسان کے لئے اس کے تمام ضروری احکام ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ اس کے بعد اس کو ہدایت کے لئے کسی اور کی طرف جانا نہ پڑے اور ہر حالت کے لئے اس میں سے ضروری احکام نکلتے چلے آئیں وہ کتاب مبارک یہ قرآن مجید ہے۔ مبارک اس لئے ہے کہ اس کے اندر سے ہدایت کا ایک چشمہ ابل رہا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جو چیز شکل کے لحاظ سے محدود ہو لیکن اس کے فائدہ لامحدود ہوں اور کبھی ختم نہ ہوں اسے مبارک کہتے ہیں یعنی برکت والی۔تو اب انسانوں کی ہدایت کے لئے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی خیر و برکت کبھی ختم نہ ہوگی اور جب تک دنیا قائم ہے انسان کے لئے اس میں سے رہنمائی اور ہدایت ملتی رہے گی۔انسان جب بھی اس کی طرف رجوع کرے گا اسے اس کی حالت کے مطابق عمل کا راستہ سمجھائے گی۔اس کے بعد کسی کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا گیا اور اس کی مخالفت سے بچنے کو کہا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر تم اس کے مطابق چلتے رہے تو تم پر رحمت خداوندی ہوگی۔

قرآن کریم پر عمل دونوں جہانوں کی برکت ہے

اس چھوٹی سی آیت وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ میں قرآن کریم کی اتباع کی رغبت اس میں غور وفکر کی دعوت اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت اور اس کی مخالفت سے ڈرنے کی تنبیہ دی گئی ہے اور وصف اس کا مبارک فرمایا گیا یعنی برکت والی۔ کہ جو بھی اس پر کاربند ہو جائے وہ دونوں جہان کی برکتیں و رحمتیں حاصل کرلے گا۔ اب اسی سے اس کے خلاف حالت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ جو اس کا اتباع نہ کرے گا اور اس کی مخالفت سے نہ ڈرے گا تو وہ رحمت کی بجائے زحمت میں پڑے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اب آگے مشرکین عرب کو ایک وجہ نزول قرآن کی اور بتلائی جاتی ہے اور ان کا گذشتہ کا ایک عذر کہ ہمارے پاس تو نہ کوئی آسمانی کتاب آئی اور نہ کوئی شریعت آئی کہ جس کا ہم اتباع کرتے اور یہود و نصاریٰ سے بڑھ کر عمل کرتے اگلی آیات میں ان کا یہ حیلہ اور عذر بھی رفع کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ یہ برکت والی کتاب آپ نے ہم کو عطا فرمائی۔ اس مبارک کتاب کے اتباع کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اس مبارک کتاب کا عشق و محبت ہم کو نصیب فرما۔ دنیا میں ہم اس کے تابعدار رہیں تا کہ آخرت میں تیرے سامنے یہ مبارک کتاب ہماری سفارش فرمائے۔

یا اللہ اپنی اس مبارک کتاب کی خیر و برکتوں سے ہمیں دنیا میں نواز اور آخرت میں بھی سرخرو فرما۔ ہمیں ہر حالت میں اس کی طرف رجوع کرنے والا بنا۔

اور اے اللہ جس مضبوطی کے ساتھ اس کتاب کو آپ نے پکڑنے کا حکم دیا ہے ہم کو اسی مضبوطی کے ساتھ اس کو پکڑنے کی توفیق عطا فرمادے۔

اے اللہ اس مبارک کتاب کے طفیل میں تو ہم پر دنیا میں بھی رحمت فرمادے اور آخرت میں بھی اپنے انعامات سے نواز دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

اَنْ	تَقُوْلُوْا	اِنَّمَا	اُنْزِلَ	الْكِتٰبُ	عَلٰى	طَآىِٕفَتَيْنِ	مِنْ قَبْلِنَا	وَاِنْ	كُنَّا	عَنْ	دِرَاسَتِهِمْ
کہ	تم کہو	اسکے سوا نہیں	اتاری گئی تھی	کتاب	پر	دو گروہ	ہم سے پہلے	اور یہ کہ	ہم تھے	سے	اُنکے پڑھنے پڑھانے

کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے یعنی یہودی وعیسائی ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم انکے پڑھنے پڑھانے سے محض

لَغٰفِلِيْنَ ۝١٥٦ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ

لَغٰفِلِيْنَ	اَوْ تَقُوْلُوْا	لَوْ اَنَّا	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	الْكِتٰبُ	لَكُنَّا	اَهْدٰى	مِنْهُمْ	فَقَدْ جَآءَكُمْ
بے خبر	یا تم کہو	اگر ہم	اُتاری جاتی	ہم پر	کتاب	البتہ ہم ہوتے	زیادہ ہدایت پر	اُن سے	پس آگئی تمہارے پاس

بے خبر تھے۔یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے، سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

بَيِّنَةٌ	مِنْ	رَبِّكُمْ	وَهُدًى	وَرَحْمَةٌ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَّبَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَصَدَفَ
روشن دلیل	سے	تمہارا رب	اور ہدایت	اور رحمت	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	جھٹلادے	آیتوں کو	اللہ	اور کترائے

کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے، سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاوے اور اس سے روکے

عَنْهَا ۭ سَنَجْزِی الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝١٥٧

عَنْهَا	سَنَجْزِی	الَّذِيْنَ	يَصْدِفُوْنَ	عَنْ	اٰيٰتِنَا	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	بِمَا	كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ
اس سے	ہم جلد سزا دیں گے	ان لوگوں کو جو	کتراتے ہیں وہ	سے	ہماری آیتیں	بُرا	عذاب	اسکے بدلے	وہ کتراتے تھے

ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

اہل عرب کا ایک ممکنہ عذر

جزیرۂ نما عرب میں اسلام سے قبل یعنی ایام جاہلیت میں علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصاریٰ بھی آباد تھے۔ان کے پاس جو کتابیں انجیل وتوریت تھیں ان کی اصلی زبان عربی نہ تھی اس لئے عام عرب خصوصاً ان پڑھ اس کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔اسکے علاوہ عیسائیت ویہودیت کچھ تبلیغی مذاہب بھی نہ تھے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر ان کا ماننا اوران پر عمل کرنا واجب ہوتا لہٰذا اگر قرآن پاک نازل نہ ہوتا تو ممکن تھا اہل عرب بطور عذر کہہ سکتے کہ توریت اور انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھیں اور ہم ان کتابوں کی زبان سے ناواقف تھے اور نہ وہ تبلیغی عمومی مذہب تھے کہ ہم پر ان کی زبان کا پڑھنا سیکھنا واجب تھا اس لئے ہم کو احکام الٰہیہ کا کیا علم ہوسکتا تھا۔اگر بنی اسرائیل کی طرح ہماری ہدایت کے لئے کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھاتے اور یہود ونصاریٰ سے کہیں بڑھ کر کتاب پر عمل کرنے والے ثابت ہوتے اور جب کوئی آسمانی کتاب وشریعت ہماری طرف نہیں آئی اور ہماری زبان میں نہیں اتری اوراس بناء پر ہم خدا کے فرمان سے غافل رہے تو پھر ہمیں سزا کیوں ہو اور ہماری گرفت کیوں ہو؟

اہل عرب کے عذر کا جواب

اہل عرب کے اس موہومہ عذر کے جواب میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اب تمہیں اس طرح کے عذر اور حیلے حوالوں کا بھی

موقع نہیں رہا۔ اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت ورحمت بھرا قرآن بزبان عربی آچکا جس میں حلال وحرام کا بخوبی بیان ہے اور جس میں دلوں کی ہدایت کے لئے نورانیت ہے اور ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی بے مثال روشن کتاب ہدایت ورحمت کا سرچشمہ آنے کے بعد اگر اس کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور ان سے فائدہ نہ اٹھائے نہ اس پر یقین لائے نہ عمل کرے نہ نیکی کرے نہ بدعملی چھوڑے۔ نہ خود مانے نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ اور اس سے بڑی بدبختی اور شامت کی نشانی اور کیا ہوگی؟ یہ تو خدا کی ایک رحمت ہے جو اس نے نازل فرمائی اب اس سے منہ موڑنا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی ظلم ہے جو کوئی اپنی جان پر کرسکتا ہے پھر ہو نہیں سکتا کہ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے جو اس سے روگردانی کریں خود بھی اس کو نہ مانیں اور دوسروں کو بھی اس کے ماننے سے روکیں برا اور سخت ترین عذاب تجویز کر رکھا ہے۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں آیت میں ظالم ہونے اور سخت سزا کی وعید صرف کذب ہی پر نہیں بلکہ صدف پر بھی سنائی گئی ہے۔ لغات القرآن میں صدف کے لغوی معنیٰ لکھے ہیں وہ کترایا۔ اس نے منہ موڑا حضرت تھانویؒ نے صدف کا ترجمہ روکنے سے کیا ہے اب غور طلب یہ ہے کہ ہم تو کسی درجہ میں معاذ اللہ یصدفون کے زمرہ میں نہیں آتے یعنی قرآن سے کترانا منہ موڑنا یا اس سے دوسروں کو روکنا ہم سے تو کسی درجہ میں صادر نہیں ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی طرف سے ہماری اور اس ملک اور قوم کی آنکھیں کھول دے اور ہمیں یصدفون میں شامل ہونے سے بچالے آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ قرآن جیسی رحمت کی کتاب ہم کو بھی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس روشن کتاب کا ہم کو قدر دان بنائیں۔ اور اس کے احکامات کا پورا پورا اتباع نصیب فرماویں۔ ہم کو اس کا علم پڑھنا پڑھانا سیکھنا اور سکھانا نصیب فرماویں اور اس کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمارے لئے باعث رحمت بنادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ يَاْتِيَ	رَبُّكَ	اَوْ يَاْتِيَ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	يَوْمَ
کیاوہ انتظار کررہے ہیں	مگر	یہ	انکے پاس آئیں	فرشتے	یا آئے	تمہارارب	یا آئے	کچھ	نشانیاں	تمہارارب	جس دن

کیا یہ لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ انکے پاس فرشتے آویں یا انکے پاس آپکا رب آوے یا آپکے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپکے رب کی

يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

يَاْتِيْ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	لَا يَنْفَعُ	نَفْسًا	اِيْمَانُهَا	لَمْ تَكُنْ	اٰمَنَتْ	مِنْ قَبْلُ
آئی	کوئی	نشانی	تمہارارب	نہ کام آئے گا	کسی کو	اسکا ایمان	نہ تھا	ایمان لایا	اس سے پہلے

کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسکے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہو یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

	اَوْ	كَسَبَتْ	فِيْٓ اِيْمَانِهَا	خَيْرًا	قُلِ	انْتَظِرُوْٓا	اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ	
	یا	کمائی	اپنے ایمان میں	کوئی بھلائی	فرمادیں	انتظار کروتم	ہم	منتظر ہیں	

آپ فرمادیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

واضح دلائل کے باوجود کیا مشرکین اب قیامت کا انتظار کررہے ہیں

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے اپنے احکام رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجے اور سب سے آخر میں یہ مبارک کتاب جس کا نام قرآن مجید ہے نازل فرمائی جس میں تمام انسانوں کے لئے ہر زمانہ اور ہر حالت میں ہدایت کا پورا پورا سامان جمع کردیا۔ اب انسانوں کو اسی کتاب سے رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اس کی پیروی اور اتباع کی تاکید فرمائی گئی اس میں توحید کے مضامین بیان فرما کر عقیدہ توحید کی دعوت دی گئی۔ دلائل کے ساتھ شرکیہ وکفریہ عقائد کا رد فرمایا گیا۔ عقیدہ آخرت وجزا سزا کا بیان ہوا۔ اور ہر طرح کے ترغیبی وترہیبی مضمون سے اتمام حجت کردیا گیا۔ اب اس پر بھی جو مشرکین ومنکرین اسلام کی طرف مائل نہ ہوئے اور اس قدر دلائل کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہ لائے تو ان کے متعلق اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسی بے مثال واضح اور روشن کتاب آچکنے کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو شاید یہ لوگ اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود آپ آویں اور ان سے کہیں کہ واقعی یہ ہماری کتاب ہے اور یہ ہمارے رسول ہیں۔ یا ان کے پاس فرشتے آئیں اور انہیں یقین دلائیں یا خدا کی کوئی بڑی نشانی آوے جو انہیں ایمان پر مجبور کردے اور جس کے بعد شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ تو واضح رہے کہ خود اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے تو آویں گے نہیں۔ ہاں خدا کی بعض نشانیاں آئیں گی جس کے سامنے سر جھکانے پر کفار بھی مجبور ہوں گے مگر وہ نشانی ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی گنہگار کی توبہ کارآمد ہوگی۔

قیامت کی بعض نشانیاں

احادیث میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس آیت میں بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ تمہارے رب کی کوئی نشانی آئے اس سے مراد قرب قیامت میں مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع نہ ہوگا۔ پھر جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جائیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ جو شخص اس نشانی سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس کو اس وقت ایمان لانا سودمند نہ ہوگا۔ بخاری کی دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت هَلْ يَنْظُرُوْنَ جو زیر تفسیر ہے تلاوت فرمائی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے توبہ کی اس کی توبہ قبول ہوگی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ توبہ اس وقت تک برابر قبول ہوگی جب تک کہ آفتاب اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع کرے۔ پھر جب آفتاب مغرب سے برآمد ہوگا تو ہر دل پر مہر ہو جائے گی اس عقیدہ کے موافق جو دل کے اندر ہوگا اور لوگوں کو ان کے اعمال بس کریں گے۔ یعنی طلوع آفتاب از مغرب کے بعد نہ کوئی نیا ایمان قبول ہوگا نہ کوئی نیا عمل اس وقت ایمان لانا یا توبہ کرنا بیکار ہوگا کیونکہ فائدہ دینے والا ایمان تو وہی ہے جسے غیب کے اوپر ایمان لانا کہتے ہیں اور غیب وہ ہے جس کو صرف قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے مانا جائے۔ جب غیب کی باتیں ظاہر ہو گئیں خواہ وہ موت کے وقت ہوں یا جب دنیا کے ختم ہونے کے وقت قرب قیامت ہو جیسے سورج کے نظام کا بگڑ جانا تو اس وقت کا ایمان ایمان بالغیب نہ ہوگا اس لئے کچھ کام نہ آئے گا اور اسی طرح نہ اس وقت گنہگار مسلم کی توبہ قبول ہوگی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''علامات قیامت'' میں جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ پر ہے۔ لکھا ہے کہ قرب قیامت کی بڑی بڑی اہم علامات ظاہر ہونے کے بعد مثلاً حضرت امام مہدی کا ظہور دجال کا خروج نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت وسلطنت قوم یاجوج ماجوج کا خروج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ تمام روئے زمین پر ایک زبردست دھوئیں کا نمودار ہونا جو چالیس روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا۔ (جن کی تفصیلات کتاب مذکورہ میں دیکھی جاسکتی ہیں) اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ مسافر تنگدل بچے خواب گاہ سے بیدار۔ مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور بے چینی کی وجہ سے نالۂ وزاری شروع کر کے توبہ توبہ پکاریں گے آخر تین چار رات کی مقدار کے برابر دراز ہونے کے بعد حالت اضطرابی میں آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ جانب مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اقرار و اعتراف کریں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد اپنی معمولی روشنی ونورانیت کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ در منثور میں ایک روایت ہے کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط سماء تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہو کر پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا (بیان القرآن) اس کے بعد ایک نادر شکل کا جانور جس کا نام ''دابۃ الارض'' ہوگا ظہور ہوگا جس کا قدرے تفصیلی بیان پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل کی آیت نمبر ۸۲

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ

کے تحت میں لکھا گیا ہے آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دآبۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ایک سو بیس سال کا عرصہ ہوگا۔ (علامات قیامت)

الغرض قرب قیامت میں آفتاب کے خلاف معمول مغرب سے طلوع ہونے کی نشانی ظاہر ہوگی جیسا کہ اس آیت میں خبر دی گئی۔ مگر اس نشانی کے ظاہر ہونے پر توبہ اور ایمان لانے کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا اور نہ کوئی ایمان قبول ہوگا نہ کوئی عمل۔

دعا کیجئے یا اللہ ہر آن ہم کو اپنے گناہوں اور لغزشوں پر توبہ کی توفیق نصیب ہوتی رہے۔ اور اس قرآن پاک کا دل وجان سے اتباع نصیب ہوتا رہے۔ یا اللہ ہم کو ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرما اور آخرت کے لئے زاد راہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَكَانُوْا	شِيَعًا	لَسْتَ	مِنْهُمْ	فِيْ شَيْءٍ	اِنَّمَا	اَمْرُهُمْ
بیشک	وہ لوگ جنہوں نے	تفرقہ ڈالا	اپنا دین	اور ہو گئے	گروہ در گروہ	نہیں آپ	ان سے	کسی چیز میں (کوئی تعلق)	فقط	انکا معاملہ

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپکا اُن سے کوئی تعلق نہیں، بس اُنکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝١٥٩ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ

اِلَى اللّٰهِ	ثُمَّ	يُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ	مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	عَشْرُ	اَمْثَالِهَا
اللہ کے حوالے	پھر	وہ جتلاوے گا انہیں	وہ جو	کرتے تھے	جو	لائے	کوئی نیکی	تو اسکے لئے	دس	اسکے برابر

پھر اُنکو اُنکا کیا ہوا جتلا دیں گے۔ جو شخص نیکی لے کر آئے گا اُسکو اسکے دس حصے ملیں گے،

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝١٦٠ قُلْ اِنَّنِيْ

وَمَنْ	جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا يُجْزٰٓى	اِلَّا مِثْلَهَا	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ	قُلْ	اِنَّنِيْ
اور جو	کوئی بُرائی لائے	تو نہ بدلہ پائے گا	مگر اسکے برابر	اور وہ	نہ ظلم کیے جائیں گے	کہہ دیجئے	بیشک مجھے

اور جو شخص برائی لے کر آئے گا سو اُسکو اسکے برابر ہی سزا ملے اور اُن لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے

هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ

هَدٰىنِيْ	رَبِّيْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُسْتَقِيْمٍ	دِيْنًا	قِيَمًا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا	وَ
راہ دکھائی	میرا رب	طرف	راستہ	سیدھا	دین	درست	ملت	ابراہیمؑ	ایک کا ہو کر رہنے والا	اور

ایک سیدھا رستہ بتلایا ہے، کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٦١ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ

مَا كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قُلْ	اِنَّ	صَلَاتِيْ	وَنُسُكِيْ	وَمَحْيَايَ	وَمَمَاتِيْ	لِلّٰهِ
نہ تھے	سے	مشرک (جمع)	آپ کہہ دیں	بیشک	میری نماز	میری قربانی	اور میرا جینا	اور میرا مرنا	اللہ کیلئے

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦٢ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝١٦٣

رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	لَا شَرِيْكَ	لَهٗ	وَبِذٰلِكَ	اُمِرْتُ	وَاَنَا	اَوَّلُ	الْمُسْلِمِيْنَ
رب	سارے جہان	نہیں کوئی شریک	اس کا	اور اسی کا	مجھے حکم دیا گیا	اور میں	سب سے پہلا	مسلمان (فرماں بردار)

اُس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

اے نبی! دین میں تفریق کرنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے

گذشتہ رکوع میں متعدد احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا کہ صراط مستقیم یعنی دین کی سیدھی راہ ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔ اس سے ہٹ کر گمراہی کے راستہ بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔ سب کے آخر میں قرآن پاک آیا اور دنیا کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اور تاکید کر دی گئی کہ اب اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور یہ بھی پہلے کہہ دیا گیا کہ اس دین صراط مستقیم کی راہ مت چھوڑنا اور اس سے جدا راہ مت اختیار کرنا اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے نہایت تاکید کے ساتھ پھر بتلایا جاتا ہے کہ دین الٰہی کا راستہ یعنی صراط مستقیم ایک ہے جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالنے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا اور کوئی تو ان لوگوں سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ آپ ان سے بیزاری اور برأت کا اظہار کر کے خدا کے اسی ایک راستہ صراط مستقیم پر جمے رہئے اور ان تفرقہ کرنے والوں کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے وہ ان کو قیامت میں جتلا دے گا جو کچھ یہ دین میں گڑبڑی کرتے تھے اور تفرقہ ڈالتے تھے۔

دین میں تفریق ڈالنا اور فرقے بن جانا جو یہاں مذکور ہے اس سے مفسرین نے مراد یہ لیا ہے کہ اصول دین کے اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات وخواہشات کے مطابق یا شیطانی مکر وتلبیس میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دے یا بعض چیزوں کو چھوڑ دے۔ تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ اس میں پچھلی امتوں کے لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے اپنے اصول دین کو ترک کر کے اپنی طرف سے کچھ چیزیں ملا دی تھیں اور اس امت کے اہل بدعت بھی جو دین میں اپنی طرف سے بے بنیاد چیزوں کو شامل کرتے رہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس مضمون کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ: ”میری امت کو بھی وہی حالات پیش آویں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے جس طرح کی بداعمالیوں میں وہ مبتلا ہوئے میری امت کے لوگ بھی مبتلا ہوں گے بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ میری امت کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے جن میں سے ایک فرقہ کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے فرمایا ما انا علیہ و اصحابی یعنی وہ جماعت جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلے گی وہ نجات پائے گی (ترمذی وابوداؤد)

جزا وسزا کا قانون

آیت میں آگے قیامت میں جزا وسزا کا ایک قانون عام بیان ہوتا ہے کہ بھلائی و نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ زائد کی حد نہیں اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے۔ تخفیف کر دیں یا بالکل معاف کر دیں یہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے۔ پھر جہاں رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔ صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عزو جل رحیم ہے جو شخص کسی نیک کام کا صرف ارادہ کرے اس کے لئے ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے خواہ عمل کرنے کی نوبت بھی نہ آئے پھر جب وہ اس نیک کام کو کرے تو دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے مگر پھر اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور گناہ کا عمل بھی کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے یا اس کو بھی مٹا دیا جاتا ہے اس عفو وکرم کے ہوتے ہوئے اللہ کے دربار میں وہی شخص ہلاک ہو سکتا ہے جس نے ہلاک ہونے کی ٹھان رکھی ہے (ابن کثیر) (معارف القرآن جلد سوم)

ایک حدیث قدسی میں بروایت حضرت ابوذرؓ ارشاد ہے

”جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ اور جو شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی سزا صرف ایک ہی گناہ کی برابر ملے گی یا میں اس کو بھی معاف کر دوں گا اور جو شخص اتنے گناہ کر کے میرے پاس آئے جن سے ساری زمین بھر جائے اور مغفرت کا طالب ہو تو میں اتنی ہی مغفرت سے اس کے ساتھ معاملہ کروں گا اور جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں

ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جو شخص ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف بقدر ایک باع کے آتا ہوں (باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو) اور جو شخص میری طرف جھپٹ کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔" ان روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی جزا میں دس تک کی زیادتی جو اس آیت میں مذکور ہے ادنیٰ حد کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے اس سے زیادہ بھی دے سکتے ہیں اور دیں گے جیسا کہ دوسری روایات سے ۷۰ گنا یا ۷۰۰ گنا تک ثابت ہوتا ہے۔

نیکی کر کے اسے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے

اس آیت کے الفاظ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں جآء بالحسنة فرمایا ہے یعنی جو کوئی ایک نیکی لاتا ہے۔ عمل بالحسنة نہیں فرمایا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ محض کسی نیک یا بد کام کر لینے پر یہ جزاء سزا نہیں دی جائے گی بلکہ جزاء سزا کے لئے موت کے وقت تک اس عمل نیک یا بد عمل کا قائم رہنا شرط ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نیک عمل کیا لیکن پھر اس کے کسی گناہ کی شامت سے وہ عمل خبط اور ضائع ہو گیا تو وہ اس عمل پر جزا کا مستحق نہیں رہا۔

اسی طرح برے اعمال سے اگر توبہ کر لی تو وہ گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔ موت کے وقت تک باقی نہیں رہتا اس لئے یہاں اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی عمل کرے نیک یا بد تو اس کو جزاء و سزا ملے گی بلکہ یوں فرمایا کہ جو شخص ہمارے پاس لائے گا نیک عمل تو دس گنا ثواب پائے گا اور ہمارے پاس لائے گا برا عمل تو ایک ہی عمل کی سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس لانا اسی وقت ہوگا جب تک یہ عمل آخر تک باقی اور قائم رہے نیک عمل کو ضائع کرنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے اور برے عمل سے توبہ استغفار نہ کرے۔ (معارف القرآن جلد سوم)

توحید وتفویض اور توکل کا اعلان

آگے آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ پر جو خدا کی نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھا دی ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں وہ ثابت اور سالم اور ستھری راہ ہے۔ خالص توحید اور کامل تفویض وتوکل کا راستہ ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام چلے اور جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت واحترام سے لیتے ہیں۔ اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میری نماز میری عبادات اور میرا جینا۔ اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور میں ان میں سے کسی چیز میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ اس امت میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں کیونکہ ہر امت کا پہلا مسلمان خود وہ نبی یا رسول ہوتا ہے جن پر وحی شریعت کی نازل کی جاتی ہے۔

مومن کا مقصد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ اعلان کرایا گیا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ دیجئے کہ میری نماز۔ میری عبادت' میرا جینا میرا مرنا سب خاص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کا مقصد اصلی یہی ہونا چاہئے کہ نماز روزہ حج زکوۃ کل عبادات و معاملات یہاں تک کہ اپنی زندگی اور موت بھی اللہ ہی کے لئے مخصوص کر دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی آپ کی خالص توحید کا اعتقاد کامل نصیب ہو اور ہر معاملہ میں آپ کی رضا کی فکر ہو۔

یا اللہ جو ٹوٹے پھوٹے اعمال ہم سے اعمال صالحہ کی شکل میں ہو جاتے ہیں ان کو اپنی رحمت سے شرف قبولیت عطا ہو اور ان اعمال کو حبط و ضبط سے محفوظ فرمائیے۔ یا اللہ ہمیں ایسے اعمال بد سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے کہ جو اعمال صالحہ کو باطل بے اثر اور برباد کر دیتے ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

قُلْ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ	اَبْغِيْ	رَبًّا	وَهُوَ	رَبُّ	كُلِّ شَيْءٍ	وَ	لَا تَكْسِبُ	كُلُّ نَفْسٍ	اِلَّا
آپ کہدیں	کیا سوائے	اللہ	میں ڈھونڈوں	کوئی رب	اور وہ	رب	ہر شے	اور	نہ کمائے گا	ہر شخص	مگر (صرف)

آپ فرمادیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا، اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے،

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

عَلَيْهَا	وَ	لَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِزْرَ	اُخْرٰى	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّكُمْ	مَرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ
اسکے ذمے	اور	نہ اُٹھائے گا	کوئی اُٹھانے والا	بوجھ	دوسرا	پھر	طرف	تمہارا (اپنا) رب	تمہارا لوٹنا	پس وہ تمہیں جتلادے گا

اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھادے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلاویں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝١٦٤ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

بِمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ	خَلٰٓئِفَ	الْاَرْضِ	وَرَفَعَ	بَعْضَكُمْ
وہ جو	تم تھے	اس میں	تم اختلاف کرتے	اور وہ	جس نے	تمہیں بنایا	نائب	زمین	اور بلند کئے	تم میں سے بعض

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ

فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَآ اٰتٰكُمْ	اِنَّ	رَبَّكَ	سَرِيْعُ	الْعِقَابِ
پر۔اوپر	بعض	درجے	تاکہ تمہیں آزمائے	میں	جو اس نے تمہیں دیا	بیشک	تمہارا رب	جلد	سزا دینے والا

تاکہ تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں، بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے،

وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٦٥

وَاِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَحِيْمٌ
اور بیشک وہ	یقیناً بخشنے والا	نہایت مہربان

اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

یہ آیات سورۃ انعام کی خاتمہ کی آیات ہیں اس پوری سورۃ میں مضامین توحید کس خوبی سے بیان کئے گئے۔ عقیدہ آخرت کو بار بار ذہن نشین کرایا گیا۔ جاہلیت کے شرکیہ عقائد کا مکمل طور پر رد فرمایا گیا۔ منکرین رسالت کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور آخری فیصلہ بھی صادر کر دیا گیا تھا کہ دین میں تفریق ٹھیک نہیں۔ دین حق اور صراط مستقیم ایک ہی ہے جو خاص مذہب ابراہیمی تھا۔ تمام انبیاء مرسلین اسی صراط مستقیم پر چلنے اور چلانے والے تھے اور سب انبیاء کے اخیر میں نبی آخر الزماں کا تشریف لانا اور قرآن آپ پر نازل ہونا جواب قیامت تک کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے بتلایا گیا۔ اب خاتمہ سورۃ پر ربوبیت باری تعالیٰ کی تصریح فرماتے ہوئے اپنے ایک انعام خاص کا ذکر فرمایا گیا جس سے مقصود اطاعت کی ترغیب دینا اور معصیت و مخالفت سے ڈرانا ہے اور اخیر میں اپنی دو صفات جو کہ ترغیب اور ترہیب کے مناسب ہیں بیان فرما کر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

خالق خدا کو مانتے ہو
پھر پوجا غیروں کی کیوں کرتے ہو

مشرکین عرب گو بتوں کو پوجتے تھے اور ان سے مدد مانگتے تھے اسی طرح یہود و نصاریٰ اپنے خود ساختہ عقائد کی بناء پر شرک میں گرفتار تھے لیکن بایں ہمہ سب خدا تعالیٰ کے قائل ضرور تھے اور تمام چیزوں کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیزیں بھی جانتے تھے۔ تو ان سب کو ایسی دلیل سے ساکت کیا جاتا ہے کہ جس کا جواب نہیں اور وہ یہ کہ جب سب چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی سب کا رب اور قاضی الحاجات ہے تو کیا اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کیا جائے۔ آقا کے رتبہ میں نوکر کو اور بادشاہ کے رتبہ میں رعیت کو شریک کرنا کس عقل کا کام ہے۔

مشرکین کے دعوؤں اور اعتراضات کا رد

پھر مشرکین کے ایک قول کا رد فرمایا جاتا ہے جو مسلمانوں کو اپنے طریقہ باطل کی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر تم کو ہمارے طریقہ پر آنے میں گناہ ہوگا تو وہ ہمارے سر پر۔ اس کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل و انصاف سے ملے گا نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا۔ ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے کوئی عزیز و اقارب دوسرے کے عوض پکڑا نہیں جائے گا۔ اس دن ظلم نہ ہوگا کہ کسی کی نیکی گھٹا دی جائے یا کسی کے گناہ بڑھا دیئے جائیں۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ آخر کار تم کو خدا کے پاس جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہونا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق رضائے رب اور مرضی مولا کس کے ساتھ تھی۔ پھر مکہ کے دولت مند مشرکین غریب مسلمانوں کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت کس قدر خوش حال ہیں۔ یہ معبود خدا کی طرف سے کار ساز ہیں جس طرح دنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے ان معبودوں کو چھوڑ دیا اس لئے افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے تم کو خلیفہ کیا ہے یعنی ایک مرتا ہے اس کی جگہ دوسرا قائم ہوتا ہے اور انتظام دنیا کے لئے مال و جاہ عقل و صورت میں مختلف الدرجات ہونا حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہے۔ اس لئے اس نے انسانوں میں مختلف درجے رکھے ہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی بیمار کوئی تندرست کوئی خوبصورت کوئی بدصورت کوئی حاکم کوئی محکوم کوئی عاقل کوئی بے عقل اور اس میں انسانوں کی آزمائش مقصود ہے کہ دیکھیں نعمتوں کے وقت کون ہماری طرف جھکتا ہے اور کیسے کام کرتا ہے اور مصائب میں کون صبر کرتا ہے۔ غنی کا امتحان شکر کے ذریعہ ہوتا ہے فقیر کا امتحان صبر کے ذریعہ پس جو نعمتوں پر شکر اور مصائب پر صبر نہ کر کے حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو وہ سریع العقاب ہے یعنی جلد سزا دینے والا ہے اور جو صبر و شکر کر کے فرمانبرداری اختیار کرے گا تو وہ غفور الرحیم ہے۔ یعنی بڑی مغفرت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

الحمد للہ کہ سورۃ انعام کا بیان جس میں ۲۰ رکوع تھے یہاں ختم ہوا۔ اس سورۃ کی ابتدا الحمد للہ سے ہوئی تھی اور خاتمہ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پر ہوا یعنی سورۃ کا شروع حمد سے ہوا اور ختم مغفرت و رحمت پر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی حمد کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیئے اور جس حال میں اے مولائے کریم آپ ہم کو رکھیں اس پر صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اپنی ذات و صفات کی سچی توحید و معرفت ہم کو نصیب فرمایئے اور اپنے رسول پاک کا سچا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ دنیا میں اہل حق بنا کر رکھئے اور آخرت میں اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمایئے۔ یا اللہ ہم ایمان کے کمزور ہیں۔ ہم ابتلا اور آزمائش کی سکت نہیں رکھتے۔ ہماری اس معاملہ میں مدد فرمایئے اور ہمیں اس دنیا سے سلامتی ایمان و اسلام کے ساتھ کوچ کرنا اور آپ کے پاس پہنچنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ الْاَعْرَافِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰیٰتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُکُوْعًا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المّٓصٓ ۞ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ

المّٓصٓ	كِتٰبٌ	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	فَلَا يَكُنْ	فِيْ صَدْرِكَ	حَرَجٌ	مِّنْهُ	لِتُنْذِرَ	بِهٖ
المّٓصٓ	کتاب	نازل کی گئی	تمہاری طرف	سو نہ ہو	تمہارے سینہ میں	کوئی تنگی	اس سے	تاکہ تم ڈراؤ	اس سے

المّٓصٓ - یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اسکے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۞

وَذِكْرٰى	لِلْمُؤْمِنِيْنَ
اور نصیحت	ایمان والوں کیلئے

اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے۔

ترتیب نزول ومقام نزول وغیرہ

بحساب ترتیب یہ قرآن پاک کی ساتویں سورۃ ہے۔ لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۷ لکھا ہے۔ یعنی اس سورۃ اعراف سے پہلے ۸۶ سورتیں مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور اس کے بعد ۲۷ سورتیں اور نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۴ رکوعات' ۲۰۶ آیات ۳۳۸۷ کلمات اور ۱۴۶۳۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو گذشتہ سورۃ انعام کا ہے۔ یعنی ہجرت مدینہ سے قبل گویا مکی دور کے آخری زمانہ میں نزول ہوا۔

وجہ تسمیہ اور موضوع

اس سورۃ کا نام اعراف اس لئے مقرر ہوا کہ اس کے پانچویں رکوع میں ایک جگہ اعراف والوں کا ذکر ہے۔ اعراف جمع ہے عرف کی۔ عرف اونچے مقام کو کہتے ہیں۔ جیسے ٹیلہ پہاڑی وغیرہ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اعراف کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں یا بلند دیوار ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان میں واقع ہے۔ اور وہاں کھڑے ہونے والوں کو ایک طرف جنت اور جہنم صاف نظر آئے گی۔ یہاں ان لوگوں کو کھڑا کیا جائے گا جن کی نیکیاں اور بدیاں میزان میں برابر اتریں گی۔ وہاں سے اصحاب اعراف جنت والوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں دیکھیں گے۔ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جا چکیں گے تو پھر ان اعراف والوں کا فیصلہ کیا جائے اور بالآخر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان سب اعراف والوں کو بھی جنت میں کئے جانے کا حکم فرماویں گے۔ بہرحال اعراف والوں کے ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام اعراف مقرر ہوا۔

گذشتہ سورۃ انعام میں زیادہ تر مضامین توحید کے متعلق تھے۔ اس سورۃ میں زیادہ تر مضامین رسالت کے متعلق ہیں۔ اس طرح اس سورۃ کا مرکزی مضمون رسالت وآخرت ہے۔

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے اور نزول قرآن کی غرض وغایت بتلائی جاتی ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کی نافرمانی کے نتیجہ میں تباہی و بربادی کے واقعات سنائے جاتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں بھی تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا اور ان کو میزان میں تولا جائے گا۔ جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا بدیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا۔ اسی نافرمانی اور مخالفت احکام خداوندی کے سلسلہ میں ابلیس لعین کا واقعہ سنایا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور

اہل مدین۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے بعض واقعات و حالات سنائے گئے۔ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو حکمت و تبلیغ دین اور بعض ضروری نصائح کے متعلق چند اہم ہدایات دی گئیں۔

حروف مقطعات کا مطلب کیا ہے

سورۃ کی ابتداء الٓمّٓصٓ ۔حروف مقطعات سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس نمبر ے میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ یہ حروف مقطعات قرآنی متشابہات میں سے ہیں۔ جن کا حقیقی مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ ان پر ایمان اسی طرح لانا چاہئے کہ یہ ایک بھید اور راز ہے۔ اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ البتہ حضور صلی اللہ وسلم کے اشارات و کنایات سے مفہوم اخذ کر کے بعض مفسرین کرام نے ان کے معنیٰ اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں جو تفاسیر میں اپنے اپنے مقام پر درج ہیں۔ مگر سب سے زیادہ راجح اور صحیح قول جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ جن کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ عنایات الٰہی ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے تو کافروں کا بہت زور تھا اور مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے۔ احکام الٰہیہ کا نزول زور وشور سے ہو رہا تھا۔ توحید و رسالت کے مسائل کو دلائل قاہرہ سے بیان کیا جاتا تھا۔ جس سے مشرکین کی دشمنی اور عداوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر گرانی پیش آتی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان کفار و مشرکین اور معاند منکرین کے طعن تشنیع اور ضد و عناد۔ اور عداوت و دشمنی اور بیہودہ سوالات سے منقبض اور مکدر ہو کر قرآن کریم کے تبلیغ میں تنگ دل نہ ہوں بلکہ پورے شرح صدر اور طمانیت اور قوت و جرأت کے ساتھ فریضہ تبلیغ و انذار میں ہمہ تن مشغول ہو جایئے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔ قوم کی تکلیف اور عداوت سے گھبرا کر تبلیغ و دعوت حق میں کوئی کمی نہ کیجئے اور یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے منکرین کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں اور تاکہ یہ کتاب ایمان والوں کے لئے تذکیر یعنی یاددہانی ونصیحت ہو۔

یہاں عظمت قرآن کی طرف اشارہ فرما کر فریضۂ نبیؐ کی صراحت فرمائی کہ آپ کا کام تبلیغ یعنی منکرین کو ڈرانا اور مومنین کو نصیحت کرنا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے اتباع کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ قرآن پاک کے اتباع کے ساتھ اس کی تبلیغ و تعلیم کی توفیق کسی نہ کسی درجہ میں ہم کو بھی عطا فرما۔ یا اللہ اس ملک پاکستان میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما اور قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی تعلیمات و ہدایات سے اس ملک و قوم کو منور فرما دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

18 اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا

اِتَّبِعُوْا	مَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	قَلِيْلًا	مَا
پیروی کرو تم	جو نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)	سے	تمہارا رب	اور پیچھے نہ لگو	سے	اسکے سوا	رفیق (جمع)	بہت کم	جو

تم لوگ اسکا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم

تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ

تَذَكَّرُوْنَ	وَكَمْ	مِنْ	قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَا	فَجَآءَهَا	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	اَوْ هُمْ	قَآئِلُوْنَ	فَمَا كَانَ
نصیحت قبول کرتے ہو	اور کتنی ہی	سے	بستیاں	ہم نے ہلاک کیں	پس اُن پر آیا	ہمارا عذاب	رات میں سوتے	یا وہ	قیلولہ کرتے (دوپہر کو آرام کرتے)	پس وہ تھا

نصیحت مانتے ہو۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ اُن کو ہم نے تباہ کر دیا اور اُن پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت

دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵

	دَعْوٰىهُمْ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	اِلَّآ	اَنْ	قَالُوْٓا	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ	
	ان کا کہنا (انکی پکار)	جب	اُن پر آیا	ہمارا عذاب	مگر	یہ کہ (تو)	اُنہوں نے کہا	بیشک ہم تھے	ظالم (جمع)	

آرام میں تھے۔ سو جس وقت اُن پر ہمارا عذاب آیا اس وقت اُن کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

نزول قرآن کے تناظر میں انسانیت کی ذمہ داری

گذشتہ ابتدائی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ آپ پر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور آپ اس کی تبلیغ و دعوت لوگوں تک پہنچا دیں اور آپ لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے اس کی تبلیغ و دعوت میں تنگ دل نہ ہوں۔ اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔

اس تمہید کے بعد اب اصل مقصود بیان کیا جاتا ہے اور عام امت جن و انس کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن کا منزل من اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو اے لوگو تمہارا کام یہ ہے کہ جو احکام الٰہی قرآن و سنت کی شکل میں تم کو دیئے گئے ہیں ان پر چلو۔ یعنی انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جن ہدایات و رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اپنے اخلاق، تہذیب، تمدن و معاشرت کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے انسان جن اصولوں کا محتاج ہے آخرت کی نجات اور ابدالآباد کی راحت وچین کی زندگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدایت اور علم و عمل درکار ہے۔ ان سب کے لئے اسے صرف اسی کتاب کی پیروی اختیار کرنی چاہئے۔ اور اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے شیطانی رفیقوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

انسان کی بے پروائی

اس بات کو ذرا سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن اور رسول کی پیروی کرنی بہتر ہے یا جھوٹے رفیقوں کی جو تم نے اپنے ساتھی بنا رکھے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ تم لوگ کچھ دھیان اور غور ہی نہیں کرتے اور بہت کم نصیحت مانتے ہو۔ نبی جو تمہارے خیر خواہ ہیں ان کی طرف کان نہیں لگاتے اور جو تمہارے دشمن ہیں اور تمہیں ہلاک و برباد کرنا چاہتے ہیں ان کی سنتے ہو اور مانتے ہو۔

احکام الٰہی سے سرتابی کرو گے تو سابقہ اقوام کی طرح برباد ہو جاؤ گے

یاد رکھو کہ اگر تم نے احکام الٰہی سے سرتابی کی اور رسول کے فرمان

کے مطابق نہ چلے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اور اگر اس بات میں کچھ شک ہو تو دیکھ لو کہ کتنی بستیاں پہلے گزر چکی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور انبیاء کی نصیحتوں سے اعراض کیا۔ بالآخر اس سرتابی و سرکشی کی وجہ سے اللہ نے ان کو برباد کیا اور ان پر اللہ کا عذاب ان کے خاص آرام کے وقت آیا جب کہ وہ خواب غفلت میں سرشار تھے اور بے فکری سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے اور عذاب الٰہی کو بھول کر بھی خیال میں نہ لاتے تھے۔ گویا اس سے مقصود منکرین کو ڈرانا ہے کہ دنیاوی امن و راحت اور عیش و عشرت پر مغرور نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے بہت سی بستیوں پر راحت و آرام کے وقت میں ان پر عذاب نازل کیا اور غفلت اور بے فکری میں ان کو اللہ کے عذاب نے آ پکڑا۔ اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی یہی حشر ہونا ہے۔

بے وقت کا پچھتاوا کام نہیں آیا کرتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت ان نافرمان اور تکذیب انبیاء کرنے والی قوموں پر عذاب الٰہی آیا اور عذاب خداوندی نے انہیں یکایک آ دبوچا تو اپنی ساری اکڑفوں اور ساری لن ترانیاں اور طمطراق بھول گئے تھے اور اس وقت ان کا بس یہی کہنا تھا کہ واقعی ہم ظالم تھے اور ہم نے بڑی زیادتی کی کہ خدا اور اس کے رسول کی بات نہ مانی۔ غفلت اور گناہوں میں پھنسے رہے اور یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہونا ہے لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ آیا۔ وقت گزر چکا تھا جب وقت تھا تو دشمنوں کو دوست سمجھتے رہے اور انبیاء کو اپنا دشمن سمجھتے رہے تو جتلانا یہی مقصود ہے کہ تم ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور ان باتوں کو چھوڑو جو تباہ کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کا اتباع کرو۔

اب یہاں ان آیات میں کتنے صاف اور صریح الفاظ میں اتباع قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور حکم غیر اللہ کے اتباع کی کیسی کھلی ہوئی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مگر اب ہماری باوجود قرآن پر دعوئے ایمان کے اتباع قرآن کی کیا حالت ہے؟ قرآن کے ایک ایک صریح حکم کو سامنے رکھئے اور اس کے مقابلہ میں قوم اور ملک کی حالت کو دیکھئے اور جس بات کی صریح ممانعت کی گئی کہ احکام غیر اللہ کی پیروی اور اتباع مت کرو اس میں ہمارا کیا حال ہے؟ گویا شیطان لعین نے بالکل الٹی پٹی پڑھا رکھی ہے کہ اگر اتباع رسول و قرآن کیا تو کہیں کے نہ رہیں گے اور اللہ و رسول کے احکام سے سرتابی کرتے رہیں گے تو ترقی کے زینوں پر چڑھتے چلے جائیں گے۔ انا للّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن.

اور اس ساری سورت میں مختلف پیرایوں سے اسی بات کو سمجھایا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے مخالفت احکام خداوندی اور نافرمانی کا نتیجہ ہمیشہ برا ہی ہوا ہے اور دنیا میں باعث عذاب خداوندی ہوا ہے۔ یہ تو ذکر ہوا دنیا میں ناگہانی عذاب اور پکڑ کا اور پھر اس کے بعد اخروی عذاب اور پکڑ کا وقت آئے گا یعنی قیامت کے دن جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو کامل طور پر اتباع قرآن نصیب فرماویں۔ اور ہمارے قلوب کو قرآنی نصیحتوں کے قبول کے لئے کشادہ فرماویں۔

یا اللہ ہم سے اب تک جو کوتاہیاں اتباع قرآن میں سرزد ہوئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور ہم کو ہر حال میں سچی توبہ اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنے عذاب سے دنیا میں بھی مامون و محفوظ فرما اور آخرت میں بھی بچا۔ یا اللہ اس قوم اور ملک والوں کو بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور خواب غفلت سے ہمارے بیدار ہونے کی صورت غیب سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرۡسِلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۙ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيۡهِمۡ

عَلَيۡهِمۡ	فَلَنَقُصَّنَّ	الۡمُرۡسَلِيۡنَ	وَلَنَسۡـَٔلَنَّ	اِلَيۡهِمۡ	اُرۡسِلَ	الَّذِيۡنَ	فَلَنَسۡـَٔلَنَّ
ان کو	البتہ ہم احوال سُنا دیں گے	رسول (جمع)	اور ہم ضرور پوچھیں گے	انکی طرف	(رسول) بھیجے گئے	اُن سے جو	سو ہم ضرور پوچھیں گے

پھر ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جنکے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں اُنکے روبرو

بِعِلۡمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيۡنَ ۝۷ وَالۡوَزۡنُ يَوۡمَئِذِ ۨالۡحَـقُّ‌ ۚ فَمَنۡ ثَقُلَتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ

فَاُولٰٓـئِكَ	مَوَازِيۡنُهٗ	ثَقُلَتۡ	فَمَنۡ	الۡحَـقُّ	يَوۡمَئِذِ	الۡوَزۡنُ	وَ	غَآئِبِيۡنَ	وَمَا كُنَّا	بِعِلۡمٍ
تو وہی	میزان (نیکیوں کے وزن)	بھاری ہوئے	تو جس	برحق	اس دن	وزن	اور	غائب	اور ہم نے تھے	علم سے

بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ اور اس روز وزن واقع ہونے والا ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے

هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝۸ وَمَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِيۡنُهٗ فَاُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ

اَنۡفُسَهُمۡ	خَسِرُوۡۤا	الَّذِيۡنَ	فَاُولٰٓـئِكَ	مَوَازِيۡنُهٗ	خَفَّتۡ	وَمَنۡ	الۡمُفۡلِحُوۡنَ	هُمُ
اپنی جانیں	نقصان کیا	وہ جنھوں نے	تو وہی لوگ	اسکے وزن	ہلکے ہوئے	اور جس	فلاح پانے والے	وہ

لوگ کامیاب ہوں گے۔ اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کرلیا

بِمَا كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَظۡلِمُوۡنَ ۝۹

يَظۡلِمُوۡنَ	بِاٰيٰتِنَا	بِمَا كَانُوۡا
ناانصافی کرتے	ہماری آیتوں سے	کیونکہ تھے

بسبب اسکے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی پورا احتساب ہوگا

گذشتہ آیات میں قرآن کی حقانیت اور اس کا واجب الاتباع ہونا مذکور ہوا تھا نیز اس کے انکار و مخالفت پر عذاب دنیوی و اخروی سے ڈرایا گیا تھا۔ عذاب دنیوی کی شکل یہ بتلائی گئی تھی کہ کتنی ہی بستیاں اور ان کے رہنے والے بسبب اپنے کفر و تکذیب کے گذشتہ دور میں تباہ و برباد کئے گئے ہیں۔

اب ان آیات میں آخرت کا نتیجہ بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جن امتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے ان سے سوال ہوگا کہ تم نے ہمارے پیغمبر کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا اور خدا کی نازل کردہ ہدایات و نصیحت کی باتوں کو مانا تھا یا نہیں اور نہیں مانا تو کیوں نہیں مانا اور خود پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امتوں کو ہمارا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں اور تمہاری امتوں نے تمہارا کہنا مانا تھا یا نہیں۔ اور تم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا۔ اس پوچھ گچھ سے مقصود توبیخ و سرزنش ہوگی کفار کی تاکہ اس کے بعد کافر خود اپنے منہ سے جرم کا اقرار کر کے ذلیل و خوار ہوں اور ان پر انبیاء کرام کی عظمت و شان ظاہر ہو اور انبیاء کے جواب کے بعد ان پر اللہ کی حجت پوری ہو ورنہ خدا تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔ اسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ خود تمام واقعات اپنے ذاتی علم سے بیان کر دیں گے۔ یعنی کسی کا کوئی چھوٹا بڑا قلیل و کثیر عمل یا ظاہری و باطنی حال اللہ تعالیٰ کے علم سے غائب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس علم ازلی کے موافق سب اگلے پچھلے احوال انسانوں کے کھول کے رکھ دیں گے کیونکہ وہ تمام واقعات کو دیکھ رہے ہیں اور

اللہ تعالیٰ تم سے غائب نہیں ہیں کہ اسے خبر نہ ہو اس لئے اس وقت کسی کو مکرنے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ پھر سب کے اعمال تولے جائیں گے اور اس روز اعمال کا تولا جانا بالکل حق ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں پھر جس کے تولے ہوئے اعمال بھاری ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ جھکتا ہوگا وہ تو کامیاب ہیں یعنی ناجی ہوں گے اور جس کے تولے ہوئے اعمال ہلکے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ اٹھ رہا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان اٹھایا۔ بدیں وجہ کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے۔ یعنی یہ دوزخی ہوں گے۔

قیامت میں ایمان واعمال کا وزن ہوگا

یہاں ان آیات میں مفلحون یعنی کامیاب سے مراد مومن ہیں اور یظلمون یعنی ظلم کرنے والے ان سے مراد کافر ہیں۔ پس ان آیات سے ایمان وکفر کا قیامت میں وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور ظالمین کے پلے ہلکے ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان رکھنے کے لئے مخصوص ہوتا وہ خالی رہنے کی وجہ سے ہلکا ہو جائے گا کیونکہ دوسرے پلہ میں کفر ہوگا اور وہ پلہ بھاری ہوگا۔ اسی طرح مفلحون یعنی کامیاب لوگوں کا پلہ بھاری ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان کے لئے مخصوص ہوگا وہ ایمان کے وزن سے بھاری ہو جائے گا اور دوسرا پلہ جو کفر کے لئے ہوگا وہ ہلکا ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مجمع کے سامنے میری امت میں سے ایک شخص کو پکارا جائے گا پھر اس کے گناہوں کے ۹۹ اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کی درازی اتنی ہوگی جتنی دور تک نظر پہنچے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تجھے اس میں سے کسی چیز سے انکار ہے یا لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ شخص جواب دے گا پروردگار کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھے کچھ عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے؟ وہ شخص خوف زدہ ہو کر کہے گا نہیں پروردگار کچھ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ آج تیری حق تلفی نہ ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا کاغذ جس میں کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا نکالا جائے گا۔ وہ شخص عرض کرے گا پروردگار یہ کاغذ کا ٹکڑا ان طوماروں کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ فرمان ہوگا کہ اے شخص آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر وہ کاغذ ایک پلہ میں اور کل اعمال نامہ دوسرے پلہ میں رکھے جائیں گے اور اعمال ناموں کا پلہ اٹھ جائے گا اور کلمہ والا پلہ بھاری ہو کر نیچے جھک جائے گا۔

اس حدیث سے اور ان زیر تفسیر آیات سے معلوم ہوا کہ ایک وزن تو قیامت میں ایمان وکفر کا ہوگا جس سے مومن اور کافر میں امتیاز ہو سکے گا۔ ساتھ ہی قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور برے اعمال کا بھی وزن ہوگا اسی طرح بعض احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ نیک اور بد اعمال کا وزن کیا جانا ذکر ہوا ہے۔

علماء نے اس کی تحقیق میں لکھا ہے کہ پہلی تول میں مومن وکافر میں امتیاز ہوگا۔ پھر خاص مومنین کے لئے حسنات اور سیئات یعنی نیکیوں اور بدیوں کا وزن ہوگا کہ ایک پلہ میں نیکیاں اور دوسرے پلہ میں بدیاں رکھ کر تولا جائے گا اور غالب وزن کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا اور دونوں پلوں کے برابر ہونے کی صورت میں ان کو سردست مقام اعراف میں رکھا جائے گا پھر خواہ بذریعہ شفاعت ان کی معافی ہو جائے یا خدا تعالیٰ کی رحمت سے ان کی مغفرت کر دی جائے بہرحال ان اصحاب اعراف کا مآل بھی جنت ہوگا۔

قیامت کی میزان

یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بہرحال نصوص سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وزن ایک میزان یعنی ترازو کے ذریعہ ہوگا لیکن وہ میزان اور اس کے پلے کس نوعیت اور کس کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقل وفہم

سے باہر ہے۔اس لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن اور سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں۔اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری عقل وفہم سے باہر ہے کیونکہ جن حالات وقوانین کے ماتحت اس عالم آخرت کا وجود اور نظم ونسق ہوگا ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پاسکتے۔

پھر اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لیجئے کتنی قسم کی ہیں۔ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی اور موتی تلتے ہیں۔ایک میزان وہ ہے جس سے غلہ وزن کیا جاتا ہے ایک میزان وہ ہے جس پر ہزاروں ٹن وزنی گاڑیاں تل جاتی ہیں۔پھر ایک طرح کی میزان وہ بھی ہے جن سے ہوا اور حرارت گرمی سردی کے درجات معلوم ہو جاتے ہیں۔تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو تول کر بتا دیتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنی ڈگری حرارت پائی جاتی ہے تو جب دنیا میں ہم بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں مشاہدہ کرتے ہیں تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کردے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورتاً وحساً ظاہر ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن پاک کی اطاعت وتابعداری ہم کو نصیب ہو اور قیامت کے دن ہمارے اعمال نامے ہمارے داہنے ہاتھ میں عطا ہوں اور میدان حشر کی ذلت ورسوائیوں سے یا اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور تمام امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت نصیب ہو۔

یا اللہ جب ہمارے حسنات اور سیئات تلنے کی نوبت آئے تو ہمارے حسنات کا پلہ بھاری کر دیجئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص نصیب فرمائیے تا کہ اخلاص کی بدولت ہمارے حسنات کا پلہ بھاری ہو جائے اور ہمیں آپ کی مغفرت ورحمت نصیب ہو جائے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدۡ مَكَّنّٰكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَجَعَلۡنَا لَـكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ‌ؕ قَلِيۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ ۝١٠ وَلَقَدۡ

وَلَقَدۡ	مَكَّنّٰكُمۡ	فِى الۡاَرۡضِ	وَجَعَلۡنَا	لَـكُمۡ	فِيۡهَا	مَعَايِشَ	قَلِيۡلًا	مَا تَشۡكُرُوۡنَ	وَلَقَدۡ
اور بیشک	ہم نے تمہیں ٹھکانہ دیا	زمین میں	اور ہم نے بنائے	تمہارے لئے	اس میں	زندگی کے سامان	بہت کم	جو تم شکر کرتے ہو	اور البتہ

اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ اور ہم نے تم

خَلَقۡنٰكُمۡ ثُمَّ صَوَّرۡنٰكُمۡ ثُمَّ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ ‌ۖ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَ ؕ

خَلَقۡنٰكُمۡ	ثُمَّ	صَوَّرۡنٰكُمۡ	ثُمَّ قُلۡنَا	لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ	اسۡجُدُوۡا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوۡا	اِلَّا	اِبۡلِيۡسَ
ہم نے تمہیں پیدا کیا	پھر	ہم نے تمہاری شکل وصورت بنائی	پھر ہم نے کہا	فرشتوں کو	سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ	سوائے	ابلیس

کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے

لَمۡ يَكُنۡ مِّنَ السّٰجِدِيۡنَ ۝١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسۡجُدَ اِذۡ اَمَرۡتُكَ‌ؕ قَالَ اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ‌ ۚ

لَمۡ يَكُنۡ	مِنَ	السّٰجِدِيۡنَ	قَالَ	مَا مَنَعَكَ	اَلَّا تَسۡجُدَ	اِذۡ اَمَرۡتُكَ	قَالَ	اَنَا خَيۡرٌ	مِنۡهُ
وہ نہ تھا	سے	سجدہ کرنیوالے	اس نے فرمایا	کس نے تجھے منع کیا	کہ تو سجدہ نہ کرے	جب میں نے تجھے حکم دیا	وہ بولا	میں بہتر	اس سے

وہ سجدہ کرنیوالے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے

خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ ۝١٢ قَالَ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَـكَ اَنۡ

خَلَقۡتَنِىۡ	مِنۡ	نَّارٍ	وَّخَلَقۡتَهٗ	مِنۡ	طِيۡنٍ	قَالَ	فَاهۡبِطۡ	مِنۡهَا	فَمَا	يَكُوۡنُ	لَـكَ	اَنۡ
تو نے مجھے پیدا کیا	سے	آگ	اور تو نے اسے پیدا کیا	سے	مٹی	فرمایا	پس تو اُتر جا	اس سے	تو نہیں	ہے	تیرے لئے	کہ

بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں

تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ ۝١٣

تَتَكَبَّرَ	فِيۡهَا	فَاخۡرُجۡ	اِنَّكَ	مِنَ	الصّٰغِرِيۡنَ
تو تکبر کرے	اس میں (یہاں)	پس نکل جا	بیشک تو	سے	ذلیل (جمع)

کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔

حضرت انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے چند کا تذکرہ

اب انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ خوف وڈر یا نعمت اور احسان سے مسخر ومطیع ہوتا ہے اس لئے گذشتہ آیات میں خوف اور مضرت دارین کا بیان ہوا تھا اب اس کے بعد بنی آدم کو چند احسانات یاد دلائے جاتے ہیں۔

پہلا احسان: زمین پر رہنے کی انسانوں کو جگہ دی یعنی اللہ نے تمہیں زمین پر قابض بنایا کہ جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو۔

دوسرا احسان: اس زمین میں تمہارے لئے اسباب معاش اور زندگی بسر کرنے کے ذرائع پیدا کئے مگر انسانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ بہت کم

اس کا شکر ادا کرتے ہیں حالانکہ جس پر احسانات ہوں اس کو زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے اور زیادہ مطیع ہونا چاہئے اور منعم کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا چاہئے۔

تیسرا احسان: اللہ نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا۔

چوتھا احسان:۔ یہ کہ تم کو صورت عطا کی۔

پانچواں احسان: یہ کہ تمہاری عزت افزائی کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدۂ تحیت کرو چنانچہ سب فرشتہ اعزاز آدم کے لئے سجدہ میں جھک گئے بجز ابلیس کے کہ اس نے سجدہ تعظیمی نہ کیا۔

ابلیس کا تکبر اور اس کا انجام

جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جب تجھے حکم دے دیا تھا تو کیا وجہ کہ تو نے تعمیل نہ کی اور سجدہ نہ کیا؟ تو ابلیس نے اپنی بزرگی اور برتری کی قیاسی وجہ پیش کی کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور آگ اشرف ہے مٹی سے تو میں بہتر ہوا آدم سے تو مجھے کیسے زیبا تھا کہ میں اسے سجدہ کرتا۔

ابلیس لعین نے مٹی کی ظاہری صورت پر تو نظر کی اور حضرت آدمؑ سے اپنے کو آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے بہتر اور افضل سمجھا کیونکہ آگ ایک جوہر علوی چمکدار اور خفیف ہے۔ اور مٹی ایک جوہر سفلی تاریک اور ثقیل و کثیف ہے مگر اس نے یہ خیال نہ کیا کہ آدم کا خمیر مٹی اور پانی سے تیار ہوا ہے اور عنصر آبی (پانی) اس قدر قوی ہے کہ دہکتی ہوئی آگ کو یکلخت بجھا ڈالتا ہے اور پانی تمام مخلوقات کا سرچشمۂ حیات ہے۔ رہی مٹی سو اس میں سکون و وقار ہے اور پستی ہے۔ علاوہ ازیں مٹی میں صبر و تحمل و حیاء ہے اس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ قسم قسم کی غذائیں۔ پھول و پھل سب زمین ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کو پالتی ہے۔ بخلاف آگ کے کہ وہ ایک مہلک چیز ہے۔ ابلیس اگر مٹی کی ان باطنی صفات پر غور کرتا تو اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ مٹی آگ سے بہتر ہے مگر ابلیس نے آگ کی چند ظاہری صفات کو دیکھ کر دھوکہ کھایا اور یہ خیال نہ کیا کہ آگ میں اگر کچھ نور ہے تو اس کے ساتھ دھوئیں کی ظلمت اور کدورت بھی ملی ہوئی ہے۔ عناصر سب خدا کی نظر میں برابر ہیں معیار افضلیت اطاعت حکم خداوندی ہے۔ ابلیس لعین کا یہ دعویٰ کہ فلاں عنصر فلاں سے بہتر ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نیز اگر شیطان میں یہی فضیلت تھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کو آگ سے پیدا کیا تو حضرت آدمؑ میں یہ فضیلت تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ہر چیز کا ان کو علم دیا اور مسجود ملائک بنایا۔ اس لعین متکبر نے ان فضیلتوں پر تو نظر نہ کی صرف یہ دیکھ لیا کہ آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے تکبر کی یہ حالت ہے کہ حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر و رعونت سے کام لیا تو تو اتر جا آسمان سے کیونکہ تجھے کوئی حق نہیں کہ تو اس میں بڑا بنے کیونکہ یہ جگہ مطیعین کے لئے مخصوص ہے اور نافرمانوں کا یہاں کوئی کام نہیں پس نکل جا تو یہاں سے کہ بلاشبہ تو رذیل اور ذلیل ہے۔

ابلیس آسمانوں پر کیسے پہنچا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے یہ دنیا جنات سے آباد تھی ایک بار ملائکہ سے جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی چنانچہ بہت سے جنات قتل ہوئے۔ یہ ابلیس چونکہ بہت عبادت گزار تھا اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتا۔ اسے اب اس کے تکبر و نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا۔ جب اس کو یہ حکم ملا تو پھر ابلیس نے کیا درخواست پیش کی اور اس کا کیا جواب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم عاجز بندوں پر آپ کے بے انتہا انعامات و احسانات ہیں۔ ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی دی ہوئی زندگی جی کر آپ ہی کی نافرمانی کریں۔ یا اللہ اس شیطانی خصلت سے ہمیں بچالے اور ہر حال میں اپنا فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنے اور اسی حالت میں مرنے کی سعادت نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ

قَالَ	اَنْظِرْنِیْ	اِلٰی یَوْمِ	یُبْعَثُوْنَ	قَالَ	اِنَّكَ	مِنَ	الْمُنْظَرِیْنَ	قَالَ	فَبِمَاۤ	اَغْوَیْتَنِیْ
وہ بولا	مجھے مہلت دے	اس دن تک	اٹھائے جائیں گے	فرمایا	بیشک تو	سے	مہلت ملنے والے	وہ بولا	تو جیسے	تو نے مجھے گمراہ کیا

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ وہ کہنے لگا کہ بسبب اسکے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

لَاَقْعُدَنَّ	لَهُمْ	صِرَاطَكَ	الْمُسْتَقِیْمَ	ثُمَّ	لَاٰتِیَنَّهُمْ	مِّنْ	بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ	وَ	مِنْ خَلْفِهِمْ
میں ضرور بیٹھوں گا	ان کیلئے	تیرا راستہ	سیدھا	پھر	میں ضرور ان تک آؤں گا	سے	انکے سامنے	اور	پیچھے سے انکے

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا اُن کے آگے سے بھی اور انکے پیچھے سے بھی اور اُنکے داہنی جانب

وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا

وَ	عَنْ	اَیْمَانِهِمْ	وَ	عَنْ	شَمَآئِلِهِمْ	وَلَا تَجِدُ	اَكْثَرَهُمْ	شٰكِرِیْنَ	قَالَ	اخْرُجْ	مِنْهَا
اور	سے	انکے دائیں	اور	سے	انکے بائیں	اور تو نہ پائے گا	انکے اکثر	شکر کرنے والے	فرمایا	نکل جا	یہاں سے

سے بھی اور اُنکے بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾

مَذْءُوْمًا	مَّدْحُوْرًا	لَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	لَاَمْلَـَٔنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكُمْ	اَجْمَعِیْنَ	
ذلیل	مردود	البتہ جو	تیرے پیچھے لگا	ان سے	ضرور بھر دوں گا	جہنم	تم سے	سب	

جو شخص اُن میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔

شیطان کو مہلت دی گئی ہے

ابلیس چونکہ اللہ تعالیٰ کی بردباری، حلم اور اس کی رحمت عامہ سے بخوبی واقف تھا اس لئے باوجود گنہگار اور مردود ہونے کے معاً مہلت کا سوال کرنے لگا کہ بار الہا مجھے صور کے دوسرے نفخہ تک یعنی اس روز تک جب کہ سب لوگ دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کئے جائیں گے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دیجئے۔ چونکہ صور جب دوبارہ پھونکا جائے گا اور حشر نشر کے لئے سب مردہ زندہ ہو جائیں گے تو پھر کسی کو موت نہ آئے گی اس لئے اس درخواست میں بھی ابلیس لعین نے چالاکی برتی تا کہ درخواست قبول ہونے سے نفخہ ثانیہ تک زندگی حاصل ہو جائے اور اس کے بعد فنا نہیں تو گویا ہمیشہ کے لئے موت سے بچ گیا لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جاننے والے ہیں بوجہ حکمت و مصلحت و نیز بنی آدم کی آزمائش اور خیر و شر کے امتیاز واقعی کے لئے ابلیس کی یہ دعا و درخواست تو منظور نہیں فرمائی کہ یوم بعث یعنی مردوں کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے دن تک اس کو زندگی کی مہلت دے دی جائے بلکہ اس کو ایک وقت معلوم یعنی ایک خاص وقت تک اس کو زندہ رہنے کی مہلت دے دی جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ اور سورہ صٓ تیئیسویں پارہ میں ارشاد ہے قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۙ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ اور وقت معلوم سے اکثر مفسرین نے پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت تک مراد لئے ہیں یعنی نفخہ اولیٰ پر جس طرح سب مر جائیں گے یہ بھی مر جائے گا۔ اس جگہ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ابلیس کی اس

درخواست ربی انظرنی کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا انی انظرتک تحقیق میں نے تجھے مہلت دے دی بلکہ یہ فرمایا انک من المنظرین تحقیق تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کو علم الٰہی اور تقدیر خداوندی میں وقت معلوم تک نہلت دی جا چکی ہے مطلب یہ ہے کہ تیری اس درخواست سے پہلے ہی ہمارے کارخانہ قضا وقدر میں وقت معلوم تک تیری مہلت مقدر ہو چکی ہے تو ہماری بارگاہ میں یہ درخواست کرے یا نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ شانہ کا یہ جواب انک من المنظرین کسی درجہ میں بھی ابلیس کی درخواست کی منظوری نہیں بلکہ اپنی سابق قضا وقدر کا اظہار اور اس کی خبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

شیطان کا منصوبہ

بہر حال جب ابلیس کو مہلت مل گئی اگر چہ وقت معین تک تھی تو پھر جوش عداوت اور جذبۂ انتقام سے بولا کہ میں تو گمراہ ہو ہی چکا ہوں اب آدم کی اولاد کا پیچھا بھی نہ چھوڑوں گا ان کو بھی راہ راست سے بھٹکاؤں گا۔ آگے۔ پیچھے۔ داہنے۔ بائیں سے آ کر ان کو بہکاؤں گا۔ غرض ہر طرف سے میں انہیں روکوں گا اور میری اس جدوجہد سے بہت سوں کو اپنی ہدایت کا آپ قدر دان نہ پائیں گے اور اولاد آدم کا زیادہ حصہ آپ کی نعمت کا شکر گزار نہ ہوگا۔ یہ بات ابلیس نے صرف انانیت اور غرور اور اپنے گمان ووہم سے کہی تھی اور اتفاق سے اس کا گمان واقع کے مطابق ہو گیا ورنہ ابلیس کو آئندہ کے متعلق کچھ واقفیت نہ تھی۔ غرضیکہ جب ابلیس نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں تو آدم کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر نکالا گیا تو اب اولاد آدم کی راہ ماروں گا اور اس کی سرتوڑ کوشش کروں گا کہ اولاد آدم بھی کسی طرح جنت تک نہ پہنچ سکے اور جنت کے سیدھے راستہ سے منحرف ہو کر جہنم کی راہ اختیار کرے اور میں ان کو ہر چہار طرف سے گھیروں گا۔ آخرت کی طرف سے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالوں گا۔ دنیا کی محبت میں ان کو پھنساؤں گا اور آخرت سے ان کو متنفر اور بیزار کروں گا۔

شیطان کے پیروکاروں کا انجام

جب ابلیس اپنی انانیت کے تمام مظاہرات ختم کر چکا تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو ملعون وذلیل ہے یہاں سے نکل جا اور جو بھی تیرے پیروکار اور مطیع فرمان ہوں گے سب دوزخ میں تیرے ساتھ بھر دیئے جائیں گے۔ کوئی بھی میرے عذاب سے نہ بچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالیجئے اور تکبر اور بڑائی جو شیطانی خصلت ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یا اللہ ہمیں جو سیدھا راستہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتلادیا ہے اس پر ہمیں چلنا اور اسی پر ہمیں مرنا نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ابلیس کے انجام سے ہمیں عبرت نصیب فرمائیے اور اپنی رحمت سے ہمیں اپنی نافرمانی سے بچالیجئے۔ یا اللہ تکبر غرور اور انانیت وحسد جو شیطانی خصلتیں ہیں ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور شیطانی فریب کو ہم پر نہ چلنے دیجئے۔

یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما کہ ہم اس ملعون ابلیس کو اپنا قدیمی دشمن سمجھیں اور اس کے بہکانے اور فریب میں نہ آویں۔ یا اللہ آپ بیشک ابلیس لعین اور اس کے پیرووں کو جہنم میں بھر دیں گے۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں جہنم سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	فَكُلَا	مِنْ حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ
اور اے آدمؑ	رہو	تو	اور تیری بیوی	جنت	تم دونوں کھاؤ	جہاں سے	تم چاہو	اور نہ قریب جانا	اس	درخت

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا

فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَوَسْوَسَ	لَهُمَا	الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ	لَهُمَا	مَا وٗرِيَ	عَنْهُمَا
پس ہو جاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پس وسوسہ ڈالا	ان کیلئے	شیطان	تا کہ ظاہر کردے	ان کیلئے	جو پوشیدہ تھیں	ان سے

میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہوجایا کرتا ہے پھر شیطان نے اُن دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ انکا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

مِنْ	سَوْاٰتِهِمَا	وَقَالَ	مَا	نَهٰكُمَا	رَبُّكُمَا	عَنْ	هٰذِهِ	الشَّجَرَةِ	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَا	مَلَكَيْنِ
سے	انکی ستر کی چیزیں	اور وہ بولا	نہیں	تمہیں منع کیا	تمہارا رب	سے	اس	درخت	مگر	اسلئے کہ	تم ہو جاؤ	فرشتے

دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اَوْ تَكُوْنَا	مِنَ	الْخٰلِدِيْنَ	وَقَاسَمَهُمَا	اِنِّيْ	لَكُمَا	لَمِنَ	النّٰصِحِيْنَ
یا ہو جاؤ	سے	ہمیشہ رہنے والے	اور اُن سے قسم کھا گیا	میں بیشک	تمہارے لئے	البتہ۔سے	خیر خواہ (جمع)

کہیں فرشتے ہوجاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور اُن دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانیئے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت سے نکلوانے کے لئے شیطان کی کارروائی

جب ابلیس نکال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔ جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی دونوں جنت میں رہو سہو اور وہاں جو چاہو کھاؤ پیو لیکن اس ممنوع درخت کا پھل نہ کھانا بلکہ اس کے پاس تک نہ جانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

اب ابلیس چونکہ حضرت آدمؑ کی وجہ سے ملعون و مطرود ہو چکا تھا اس لئے اس کے دل میں حسد اور انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ حضرت آدمؑ کی یہ نعمت اور کرامت دیکھ کر حسد اور انتقام کی آگ اور بھڑک گئی۔ اس لئے از راہ عداوت اس فکر میں پڑا کہ کس طرح مکر اور فریب سے ان کو اس عیش و عشرت اور اعلیٰ مقام سے علیحدہ کرایا جائے۔ بعض محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ ادھر کچھ قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ محسوس ہوا کہ مجھے یہ مقام چھوڑ کر ایک دن دنیا میں جانا ہوگا کیونکہ زمین کی مٹی میری فطرت میں داخل ہے اور اسی سے میرا خمیر تیار ہوا ہے۔ بتقاضائے فطرت ان کو یہ اندیشہ تھا کہ میرا خمیر مجھ کو زمین کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے اس بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ مبادا کسی وقت بتقاضائے فطرت مجھ کو زمین کی طرف کھنچنا پڑے اور علاوہ ازیں تمام فرشتوں میں میری

خلافت ارضی کا اعلان ہو چکا ہے اور اسی کے لئے مجھ کو پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا ایک نہ ایک دن منصب خلافت کی ادائیگی کے لئے زمین پر اترنا پڑے گا۔ اس لئے حضرت آدمؑ کو اپنے خلود جنت کی طرف سے ایک کھٹکا لگا رہتا تھا نیز اس اعلان خلافت کے بعد حق تعالیٰ کا حضرت آدم کو یہ حکم دینا **یآدم اسکن انت و زوجک الجنة** اس طرف مشیر ہے کہ یہ حکم چند روزہ سکونت کا ہے۔ دائمی قیام کا حکم نہیں کیونکہ **اسکن** فرمایا **اقم** نہیں فرمایا۔

ابلیس نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو بہکایا اور ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس درخت کے پھل سے ممانعت کیوں کی گئی ہے؟ اور ابلیس حضرت آدم اور بی بی حوا سے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ تم یقین کرو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اللہ نے تمہیں اس درخت کے پھل کھانے سے محض اس وجہ سے منع کیا ہے کہ اس کو کھا کر کہیں فرشتہ نہ ہو جاؤ کہ فرشتوں کی طرح کھانے اور پینے سے مستغنی ہو جاؤ اور فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس تمہاری غذا بن جائے اور فرشتوں کی طرح اطاعت خداوندی تمہاری طبیعت اور مزاج بن جائے۔ اور معصیت کا احتمال بھی باقی نہ رہے یا اگر فرشتہ نہ بنو تو ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ کہ موت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ اس پھل کے کھانے میں دونوں خاصیتیں ہیں۔

اور اس کے بعد ابلیس دونوں کے روبرو یہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ یعنی اگرچہ میں تمہارا دشمن ہوں مگر یہ بات تو خدا کی قسم تمہاری خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں اور محض بطور خیر خواہی خلود جنۃ اور بقاء کا یہ طریقہ تم کو بتلا رہا ہوں اور چونکہ تم سے پہلے میں اس جگہ رہا ہوں اس لئے میں یہاں کے احوال اور اطوار سے بخوبی واقف ہوں اور خدا کی قسم میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور تم سے زیادہ یہاں کا علم رکھتا ہوں۔ اس لئے بطور خیر خواہی تم کو یہ مشورہ دے رہا ہوں حضرت آدمؑ کے دل میں حق جل شانہٗ کی عظمت اس درجہ راسخ تھی کہ ان کو یہ شبہ بھی نہ گزرا کہ کوئی خدا کے نام سے جھوٹی قسم کھانے کی جرأت بھی کر سکتا ہے اور حکم شرعی بھی یہی ہے کہ جب کوئی خدا کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لینی چاہئے اس لئے حضرت آدم اور بی بی حوا اس کے دھوکہ اور فریب میں آگئے جس سے حضرت آدم کا کمال اور جمال اور بھی ظاہر ہوا کہ خداوند ذوالجلال کے کس طرح فدائی اور شیدائی تھے کہ اس کا نام سن کر پگھل گئے۔

(معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض حضرت آدم اور حوا علیہما السلام ابلیس کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے اور وہ سمجھے کہ واقعی ہم اس کے کھانے سے فرشتہ بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہوں گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی۔ کہ خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے دوسرے بعض وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے تو شاید حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کے پھل کھانے کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا ہو اس لئے ابلیس کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔

حضرت حواء کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال قرآن پاک کی دوسری آیات میں موجود ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ کا خمیر مٹی سے تیار کیا گیا اور جسد خاکی میں روح پھونکی گئی۔ فرشتوں کو سربسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت آدم کو صفت ''علم'' سے نوازا گیا چنانچہ پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر ان کی طبیعت اور فطرت کسی مونس و ہمدم کی جویا نظر آتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام اپنا ہمدم و رفیق پا کر بے حد مسرور ہوئے اور بڑا اطمینان قلب محسوس کیا۔ حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں بتلائی گئی۔ البتہ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی ہے۔

۱۱۰۰ھ میں مراکش میں ایک زبردست صاحب کشف و کرامات ولی اللہ سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کے

ملفوظات کی ایک مشہور ومعروف کتاب ابریز ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے احوال میں حضرت حوا کی بھی پیدائش کا حال اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے تو آپ کی پسلی میں ورم سا ہوا جس سے آدمی کے سر جتنا ایک بڑا پھوڑا سا بن گیا جس میں سے پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور زمین پر گر گیا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اسے دیکھا تو اسے اپنی شکل کا پایا اور اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔جنت کی ہوا اور جھونکے اس ڈھانچہ کو لگتے رہے جس سے اس میں بہت جلد نشوونما ہوا۔حضرت آدمؑ بھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے اور دیکھتے کہ یہ ڈھانچہ بہت جلد بڑا ہو رہا ہے۔لہذا آپ اس سے مانوس ہونے لگ گئے اور اس کے پاس بیٹھتے۔اللہ نے اس ڈھانچہ میں عقل ڈال دی اور اس نے حضرت آدم سے کلام کرنا شروع کر دیا۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا نکاح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اُن پر ہاتھ بڑھانا چاہا ملائکہ نے کہا کہ صبر کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مہر ادا نہ کر دو۔حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا مہر کیا ہے۔فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۳ بار درود پڑھنا اور ایک روایت میں ۲۰ بار آیا ہے۔

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو اجازت تھی کہ وہ جنت میں رہیں سہیں اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں۔مگر ایک درخت معین کر کے بتایا گیا کہ اس کا پھل نہ کھائیں بلکہ اس کے پاس تک نہ جائیں جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا۔وہ درخت کیا تھا جس کے پاس جانے سے حضرت آدمؑ کو ممانعت کی گئی تھی اس کا تعین نہ بتلایا گیا نہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔بعض نے انجیر، بعض نے انگور وغیرہ لکھا ہے۔مذکورہ کتاب۔ابریز میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید عبدالعزیز دباغؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ بلاشک وشبہ وہ انجیر کا درخت تھا۔واللہ اعلم بالصواب

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف وکمزور ہیں ہم میں شیطانی مکر وفریب کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔یا اللہ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو دین پر استقامت نصیب فرمائیں۔اور شیطان کے مکر وفریب سے بچائیں۔

یا اللہ آپ کا وعدہ ہے کہ شیطان مردود کا زور آپ کے مخلص مومن اور متوکل بندوں پر نہیں چلتا۔یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جن پر شیطان غلبہ نہیں پا سکتا۔یا اللہ ہم آپ ہی کی پناہ مانگتے ہیں شیطان مردود سے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

فَدَلّٰىهُمَا	بِغُرُوْرٍ	فَلَمَّا	ذَاقَا	الشَّجَرَةَ	بَدَتْ	لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا
پس اُنکو مائل کرلیا	دھوکہ سے	پس جب	ان دونوں نے چکھا	درخت	کھل گئیں	ان کیلئے	اُنکی ستر کی چیزیں	اور لگے	جوڑ جوڑ کر رکھنے	اپنے اوپر

سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا اور دونوں اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

مِنْ	وَرَقِ	الْجَنَّةِ	وَنَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَا	اَلَمْ اَنْهَكُمَا	عَنْ + تِلْكُمَا	الشَّجَرَةِ	وَاَقُلْ	لَكُمَا
سے	پتے	جنت	اور انہیں پکارا	انکا رب	کیا تمہیں منع نہ کیا تھا	اس سے متعلق	درخت	اور کہا	تم سے

جنت کے پتے جوڑ جوڑ رکھنے لگے اور انکے رب نے اُن کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لَكُمَا	عَدُوٌّ	مُبِيْنٌ	قَالَا	رَبَّنَا	ظَلَمْنَا	اَنْفُسَنَا	وَاِنْ	لَمْ تَغْفِرْ لَنَا
بیشک	شیطان	تم دونوں کا	دشمن	کھلا	ان دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	ہم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	اور اگر	نہ بخشا تو نے ہمیں

کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾	وَتَرْحَمْنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ	
اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جاوے گا۔	اور ہم پر رحم (نہ) کیا	ہم ضرور ہوجائینگے	سے	خسارہ پانے والے	

ممنوعہ پھل کھانے کا نتیجہ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی حضرت حوا نے ابلیس کے بہکاوے اور فریب میں آ کر اس ممنوعہ درخت کے پھل کو کھالیا اور اس کام کو قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کر گزرے اور ظاہر ہے کہ بھول کر اگر کوئی کام خلاف حکم سرزد ہوجائے تو اس کو لغزش اور خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔

اب اس کھانے کا جو انجام ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ جس وقت انہوں نے اس درخت کو چکھا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا لباس ان کے بدن سے نیچے گر گیا اور ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھل گئیں۔ اب یہ شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنا اپنا بدن ڈھانکنے لگے۔ پہلی سی حالت ہی نہ رہی۔ احساسات بدل کر کچھ کے کچھ ہوگئے۔ خیال آیا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ ایسی حالت میں شرم وندامت وحیرت میں تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ کیوں اب مبہوتوں کی طرح کیسے کھڑے ہو کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کر دیا تھا اور صاف نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی ندامت واستغفار

اب چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اپنی غلطی کا مشاہدہ سے علم ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو وہ بھول گئے تھے یعنی ابلیس کا دشمن ہونا۔ اس پر انہیں احساس ہوا کہ یہ تو نعوذ باللہ ایک طرح سے اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اس وقت دونوں بصد آہ ودرد ربنا ظلمنا کہہ کر بارگاہ خداوندی میں معذرت کرنے لگے۔ روتے جاتے تھے اور آہیں بھرتے جاتے تھے۔ فوراً اللہ تعالیٰ سے

معافی مانگنے لگے۔شیطان کی طرح اپنی غلطی کو تاویلات کے پردہ میں چھپانے کی کوشش نہیں کی اور ندامت و شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ضرور ہوئی لیکن اس کا سبب تمرد و سرکشی نہیں بلکہ بھول چوک اس کا باعث ہے تاہم غلطی ہے اس لئے توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ بہکائے میں آ کر آپ کے حکم کی مخالفت کی اب آپ ہمیں معاف کیجئے اور ہم پر رحم فرمائیے۔اور اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ربنا ظلمنا میں ظلم کا معنی کیا ہے

حضرت آدمؑ کے اس قول رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا میں ظلم سے گناہ اور جرم کے معنیٰ مراد نہیں۔ظلم کے اصل معنیٰ نقصان۔کمی اور کوتاہی کے ہیں۔ پندرھویں پارہ سورۂ کہف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا (اور کسی کے پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی) یہاں ظلم سے کمی کے معنیٰ مراد ہیں۔اور عقلاً و شرعاً ظلم کے درجات ہیں۔ حق تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورۃ نساء) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے) تو معلوم ہوا کہ کوئی ظلم یعنی کوئی نقصان اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ذرہ کے برابر ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ کے برابر ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے قول رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا میں ظلم کے معنی یہ ہیں کہ اے پروردگار ہم نے شیطان کے دھوکہ میں آ کر اپنا نقصان کیا کہ آپ کے حکم کی متابعت سے اور شیطان کی مخالفت سے ہم کو جو درجات اور مراتب حاصل ہوتے ان میں کمی آ گئی۔اور سردست جنت کا لباس ہمارے بدن سے اتر گیا۔ اب اگر آپ ہمارا یہ قصور معاف نہ کریں اور آئندہ کے لئے اپنا لطف و کرم نہ فرمائیں تو بیشک ہم نقصان اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔اگر آپ نے اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دیا تو ہمارا یہ خسارہ مبدل بہ منفعت ہو جائے گا حضرات انبیاء اپنے علو مرتبت اور رفعت اور کمال معرفت کے سبب اپنی ادنیٰ لغزشوں پر بھی مواخذۂ خداوندی سے خائف و ترساں ہوتے ہیں اور جو امور ان سے ازراہ سہو و نسیان سرزد ہو جاتے ہیں اس پر بھی ندامت اور پشیمانی سے معذرت یعنی توبہ اور استغفار کے طالب ہوتے ہیں۔

عصمت انبیاء

اب رہا عصمت کا سوال سو عصمت کی حقیقت لوگوں نے غلط سمجھ رکھی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معصوم اسے کہتے ہیں جس میں گناہ کی قابلیت ہی نہ ہو۔مگر یہ معنیٰ عصمت کے بالکل غلط ہیں ورنہ انبیاء کو اطاعت میں مجبور ماننا پڑے گا اور وہ تمام وعدہ وعید بیکار ماننے پڑیں گے جو ان سے کئے جاتے ہیں اور وہ ان تمام درجات کے غیر مستحق ہوں گے جو اطاعت اختیاری پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کو ابتلا اور امتحان سے بھی بالاتر ماننا پڑے گا۔اور یہ سب امور بالبداہۃ باطل ہیں۔پس بالضرور عصمت کے ایسے معنیٰ ہونے چاہئیں جو ان باتوں کے معارض نہ ہوں سو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ جس طرح طاعت پر قادر ہوتے ہیں یونہی معصیت پر بھی قادر ہوتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کی معصیت سے حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ بحفاظت حق سبحانہٗ معصیت سے معصوم ہوتے ہیں۔اب رہی یہ بات کہ یہ حفاظت کس حد تک ضروری ہے سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو معصیت بقصد و دانستہ ہو اس سے تو انبیاء یقیناً معصوم ہیں۔اور جو معصیت دانستہ نہ ہو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو تو اس سے ان کی حفاظت نہیں کی جاتی نہ اس غرض سے کہ وہ معصیت ہے بلکہ اس جہت سے کہ وہ مبداء ہے دوسرے مصالح کا اور جس میں کوئی مصلحت نہیں ہوتی یا اس سے بڑھ کر مفسدہ ہوتا ہے اس سے بھی حفاظت کی جاتی ہے جیسا کہ اس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی سے نہی کی مخالفت کی کہ ایک عارض کی وجہ سے ان کو ممانعت کی طرف التفات نہ ہوا اور معصیت مقصود نہ تھی مگر چونکہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت

تھی کہ وہ ذریعہ تھی ان مقاصد کا جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا اس لئے ان کی اس سے حفاظت نہیں کی گئی ورنہ بہت ممکن تھا کہ ان کو فوراً تنبیہ ہو جاتی اور وہ اس سے رک جاتے۔ پس زلات انبیاء کے لئے دو باتیں ضروری ہوئیں۔ ایک یہ کہ ان کو معصیت مقصود نہ ہو بلکہ اس کا مبنی کوئی غلطی ہو دوسرے یہ کہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو لیکن نہ یہ ضرور ہے کہ اس منشاء غلطی کا ہمیں بھی علم ہو یا وہ ہمارے سمجھ میں بھی آ جاوے کہ واقعی یہ غلطی منشاء ہو سکتی ہے کیونکہ اس کو پورے طور پر مبتلی بہ جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس کا بھی علم ہو کہ اس میں مصلحت مفسدہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ خدا ہی اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے یہ تحقیق ہے اس مقام کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصول شرعی کے مزاحم ہے نہ اصول عقلی کے۔ اب ایک بات یہ رہ گئی کہ آدم علیہ السلام نے انسان ہونے پر فرشتہ ہونے کو کیوں ترجیح دی سو اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ اس کو بھی حضرت آدم ہی جانتے تھے اور ہم کو اس سے مطلع نہیں کیا گیا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا ہو کہ فرشتے بہ نسبت انسانوں کے اقرب الی الطاعۃ ہیں اور انسان ان سے ابعد۔ کیونکہ انسان سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو کسی نہ کسی طرح خدا کی نافرمانی ہو جاتی ہے اور فرشتوں میں یہ بات نہیں۔ اس لئے انسانوں سے وہ اس بات میں اعلیٰ ہیں۔ پس اگر درحقیقت ایسا ہی ہو تو اب معصیت کی ایک اور نفیس توجیہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے اس درخت کے کھانے میں یہ اجتہادی غلطی کی ہو کہ گو اس وقت یہ بظاہر ایک حکم کی مخالفت ہے مگر اس سے ہمیشہ کے لئے معصیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے اس میں مفسدہ سے بہت بڑھ کر مصلحت ہے اور شیطان کی دشمنی کی یہ تاویل کر لی ہو کہ یہ دشمن ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ دشمن کی ہر بات دشمنی ہی پر مبنی ہو جبکہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو ایسا بھی کیا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر غلط کہے گا۔ الغرض یہ جملہ توجیہات یا اس قسم کی اور توجیہات محض احتمال ہیں اور حقیقت حال کا علم حق سبحانہ کو ہے یا خود حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے جن کو یہ واقعہ پیش آیا۔ الغرض یہ تحقیق عصمت انبیاء کے سلسلہ میں پیش کی گئی۔ (تفسیر حل القرآن)

دعا کیجئے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعاء کے طفیل میں ہماری لغزشوں و خطاؤں سے بھی درگزر فرمایئے اور اپنے مقبولین انبیاء کرام کے طفیل میں اور ان کی عصمت کے طفیل میں ہماری تمام سیئات کی بھی مغفرت فرما۔ اور اپنی مغفرت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ نفس و شیطان کے کے فریب سے ہماری حفاظت فرما اور ہم کو اپنی مرضیات کی زندگی پر استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش اور اُس سے توبہ و معذرت میں ہمارے لئے بھی بڑا سبق ہے۔ یا اللہ ہم کو بھی اپنی دن رات کی نافرمانیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ندامت قلب کے ساتھ سچی توبہ کرنا اور آپ کی مغفرت طلب کرنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی گذشتہ تقصیرات پر گریہ وزاری کے ساتھ معافی طلب کرنے کی سعادت عطا فرما اور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے طفیل میں ہماری بھی معذرت قبول فرما اور ہماری تقصیرات سے درگزر فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

اِلٰی حِیْنٍ	وَّمَتَاعٌ	مُسْتَقَرٌّ	فِی الْاَرْضِ	وَلَکُمْ	عَدُوٌّ	لِبَعْضٍ	بَعْضُکُمْ	اِھْبِطُوْا	قَالَ
ایک وقت تک	اور سامان	ٹھکانا	زمین میں	اور تمہارے لئے	دشمن	بعض	تم میں سے بعض	اُترو	فرمایا

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

تُخْرَجُوْنَ	وَمِنْهَا	تَمُوْتُوْنَ	وَفِیْهَا	تَحْیَوْنَ	فِیْهَا	قَالَ
تم نکالے جاؤ گے	اور اس سے	تم مرو گے	اور اس میں	تم جیو گے	اس میں	فرمایا

فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اُسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

معافی کی درخواست کا جواب

اس معافی کی درخواست پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو ارشاد ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''حق تعالیٰ نے آدم وحوا علیہما السلام سے فرمایا کہ جنت سے نیچے زمین پر ایسی حالت میں جاؤ کہ تم یعنی تمہاری اولاد باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ تجویز کی گئی ہے اور اسباب معیشت سے نفع حاصل کرنا تجویز ہوا ہے ایک وقت خاص تک کہ وہ موت کا وقت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر قیامت کے روز پیدا ہونا ہے۔ (آگے جیسا دنیا میں عمل ہوگا ویسے ہی ٹھکانے پر جانا ہوگا۔ نیک عمل ہوگا تو پھر اسی جنت میں آ جاؤ گے اور اگر شیطانی چکر میں پھنسے رہے تو اسی نافرمانی کے ساتھ ٹھکانا ہوگا)''

درخواست کی قبولیت اور زمین پر رہائش کا حکم

تو ان آیات زیر تفسیر کو قرآن پاک کی دوسری آیات کے ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمائی گئی ہیں ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اور معذرت کو قبول فرمایا اور ان کی تقصیر کو معاف کر دیا گیا۔ اور آئندہ کے لئے وعدہ بھی فرمایا کہ تم پر میری رحمتیں اور برکتیں مبذول ہوں گی۔ لیکن فی الحال یہی حکم دیا جاتا ہے کہ تم جنت سے زمین پر اترو تا کہ تمہاری پیدائش کا مقصد جو خلافت فی الارض ہے اور جس پر تم نامزد ہو چکے ہو وہ زمین پر اترنے ہی سے پورا ہوگا۔ لہٰذا جنت سے زمین کی طرف اترو اور تمہاری اولاد میں ایک دوسرے کی دشمن ہوگی اور اللہ کا خلیفہ تمہارے درمیان عدل وانصاف کرے گا۔ تمہارے لئے ایک وقت معین تک یعنی مرنے کے وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور سامان دنیوی سے نفع اٹھانا ہے اور وہاں رہ کر جنت کی واپسی کی تیاری کرنا ہے اور یہ شیطان بھی زمین پر جا رہا ہے وہاں جا کر اس سے ہوشیار رہنا اور اس کے دھوکہ میں نہ آنا۔ تم اسی زمین پر زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر قیامت کے قریب اسی سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے اور حساب کتاب کے بعد تم میں سے جو اپنے باپ آدم علیہ السلام کے طریقہ پر چلا ہوگا وہ جنت میں پہنچ جائے گا ورنہ سجین اور اسفل السافلین میں اس کا ٹھکانہ ہو جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقعہ کے تذکرہ کا مقصد

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ سے بنی نوع انسان کو یہاں یہ جتلانا مقصود ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی مخالفت کا نتیجہ کس قدر برا ہے۔ اور ابلیس تمہارا قدیمی دشمن ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس نے تمہیں گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے اور اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اس کا نمونہ بھی دکھا دیا اور حضرت آدم نے جو دھوکہ کھایا اس کا خمیازہ بھی بھگتا پس تم ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرو اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز مت آؤ اور اس کے مشوروں پر عمل مت کرو۔

یوں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے جن کا احاطہ اس مختصر

19 درس میں ممکن نہیں تاہم چند اہم حقیقتوں کی طرف جو اس سلسلہ میں محققین ومفسرین نے لکھی ہیں اشارہ کیا جاتا ہے۔

ا: اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور ان گنت ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربین بارگاہ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے اس لئے انسانی عقل کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا اور اسی کے دست قدرت کا تمام ہست و بود پر کارفرما ہونا اور اسی کے احکام کی پیروی میں فلاح ونجات کا ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

۲۔ انسان کو اگر چہ ہمہ قسم کا شرف عطا ہوا اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی تاہم اس کی پیدائش اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت وانسانیت کا خاصہ پھر بھی باقی رہا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدم علیہ السلام پر بایں جلالت قدر ومنصب عظیم نسیان طاری کر دیا اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متاثر ہو گئے۔

۳۔ خطا کار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت اور توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے باب رحمت بند نہیں ہے۔ البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان اور لغزش کا عفو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی تمام نسل کے لئے عفو ورحمت کا دامن وسیع پھیلا ہوا ہے۔

حضرات انبیاء کرام سے لغزش کے بعد جو شرمساری اور گریہ زاری ظہور میں آتی ہے اس سے ان کی اندرونی محبت اور اخلاص کا حال کھلتا ہے کہ ان کا باطن حق تعالیٰ کی محبت وعظمت سے کس درجہ لبریز ہے۔ جس طرح ابلیس لعین کے سوال و جواب سے اس کی اندرونی نخوت وتکبر کا حال ظاہر ہوا اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کے بعد ندامت ومعذرت سے ان کا اندرونی اخلاص ظاہر ہوا جس سے ان کا فضل وکرم اور حسن وجمال اور چمک گیا اور اس لغزش سے اگر چہ ظاہر میں ہبوط اور نزول ہوا مگر درحقیقت وہ علو اور عروج تھا۔

۵۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ کر ظلم کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا اور ادب کی وجہ سے خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جبکہ ابلیس نے اپنے جرم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور اس نے کہا رب بمآ اغویتنی اے پروردگار تو نے مجھے گمراہ کیا اور اپنی گمراہی کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ پس ابلیس لعین نے جرم کر کے جبری محض بن گیا کہ اغوا کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف کر دی اور خود بری الذمہ اور بے تعلق بن گیا۔ تو اگر چہ ہر چیز کا خالق خدا تعالیٰ ہے اور بندہ کاسب اور مرتکب ہے مگر ادب کی وجہ سے حضرت آدمؑ نے اپنی تقصیر کو اپنی طرف منسوب کیا اور خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس ادب کی وجہ سے ان کو بہت اچھا پھل ملا کہ عفو تقصیر رفع درجات اور خلافت الٰہی سے مشرف اور سرفراز ہوئے۔

۶۔ بارگاہ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی ہے اور ابدی ذلت اور خسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ باعث صد ہزار عبرت ہے۔

۷۔ ابلیس نے غرور وتکبر کی بناء پر اللہ کے حکم کی نافرمانی اختیار کی اور آدمؑ کے آگے سجدہ تعظیمی میں جھکنے سے انکار کیا۔ حضرت آدمؑ نے نافرمانی کو خود اختیار نہیں کیا بلکہ ابلیس کے فریب اور دھوکہ سے اس میں مبتلا ہوئے۔

ابلیس کو تنبیہ کی گئی تو وہ اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی نافرمانی پر دلائل ناحق پیش کرنے لگا اور جب حضرت آدمؑ کو اپنے قصور پر تنبہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے قصور کا اعتراف کر کے حق تعالیٰ کی طرف عجز ونیاز سے رجوع ہوئے اور معافی مانگ کر اپنے رب کریم کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ اس طرح ابلیس لعین کی راہ اور حضرت آدمؑ کی راہ بالکل ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر دنیا کے سامنے آ گئیں۔ پس انسانیت کے لئے جو راہ لائق تقلید ہے وہ یہی ہے کہ اول تو شیطانی اغوا کی مزاحمت کرے اور اپنے قدیمی دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور ان سے بچنے کے لئے ہر وقت چوکنا رہے اور اگر کبھی اس کا قدم جادۂ حق سے ڈگمگا جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً ندامت وشرمندگی کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اپنے قصور کی معافی چاہے اور اس کی تلافی کرے۔ اور یہی وہ خاص سبق ہے جو اللہ تعالیٰ یہاں اس قصہ سے بنی نوع انسان کو دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حضرت آدمؑ کی راہ پر چلنا نصیب کریں۔

اور اپنی خطاؤں اور قصوروں پر ندامت کیساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا نصیب کریں اور شیطانی خصلت تکبر اور غرور سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قَدْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمْ	لِبَاسًا	يُّوَارِيْ	سَوْاٰتِكُمْ	وَرِيْشًا	وَلِبَاسُ	التَّقْوٰى	ذٰلِكَ	خَيْرٌ
اے اولادِ آدم	ہم نے اُتارا	تم پر	لباس	ڈھانکے	تمہارے ستر	اور زینت	اور لباس	پرہیزگاری	یہ	بہتر

اے اولادِ آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ

ذٰلِكَ	مِنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	لَا يَفْتِنَنَّكُمْ	الشَّيْطٰنُ	كَمَآ	اَخْرَجَ
یہ	سے	نشانیاں	اللہ	تاکہ وہ	وہ غور کریں	اے اولادِ آدم	نہ بہکادے تمہیں	شیطان	جیسے	اس نے نکالا

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اُس نے تمہارے دادا دادی کو

اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

اَبَوَيْكُمْ	مِّنَ	الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ	عَنْهُمَا	لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا	سَوْاٰتِهِمَا	اِنَّهٗ	يَرٰىكُمْ	هُوَ	وَقَبِيْلُهٗ
تمہارے ماں باپ	سے	جنت	اُتروادیئے	ان سے	انکے لباس	تاکہ ظاہر کردے	انکے ستر	بیشک	تمہیں دیکھتا ہے وہ	وہ	اور اسکا قبیلہ

جنت سے باہر کرادیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروادیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

مِنْ	حَيْثُ	لَا تَرَوْنَهُمْ	اِنَّا جَعَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَاۗءَ	لِلَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
سے	جہاں	تم انہیں نہیں دیکھتے	بیشک ہم نے بنایا	شیطان (جمع)	دوست۔رفیق	ان لوگوں کیلئے	ایمان نہیں لاتے

کہ تم انکو نہیں دیکھتے ہو۔ہم شیطان کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

لباس....اللہ تعالیٰ کی نشانی

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا قصہ ختم فرما کر ان آیات میں جملہ بنی آدم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم دشمن نے تم سے جنت کے کپڑے اتروائے پھر اللہ تعالیٰ نے ستر پوشی کے لئے تم کو دنیا میں لباس کی تدبیر سکھائی اور لباس پیدا کیا جو تمہاری جسمانی بے پردگی کو چھپاتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا بنانا سکھایا جس سے ستر ڈھانکنا میسر آیا اور اس بات کو حق تعالیٰ اپنی ان بے شمار نشانیوں میں سے جو دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ایک نشانی فرماتے ہیں چنانچہ اگر انسان تامل کی نظر سے دیکھے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ لباس کس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اللہ نے انسان کے جسم پر حیوانات کی طرح کوئی پوشش پیدائشی طور پر نہیں رکھی بلکہ حیا اور شرم کا مادہ اس کی فطرت میں ودیعت کردیا تاکہ وہ اپنی اس فطرت کے تقاضہ کو سمجھے اور اپنے لئے لباس فراہم کرے۔ پھر جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ لباس کو بنایا۔ اس طرح جسمانی زینت اور ستر پوشی کے لئے لباس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ایک نشانی ہے۔

تقویٰ کا لباس

پھر اس ظاہری اور جسمانی لباس کے تذکرہ کے ساتھ باطنی اور روحانی لباس کا تذکرہ فرمایا اور وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس ہے۔ یعنی یہ کپڑوں وغیرہ کا لباس تو جسم کی شرمناک چیزوں کو

چھپانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور جسم کے لئے موجب زینت ہے۔ مگر دوسرا لباس یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کا لباس اس جسم کے لباس سے بہتر ہے کیونکہ وہ روح کی شرمناک عیوب کو چھپانے والا اور اس کے لئے موجب زینت ہے تو بتلانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح تم لباس جسم کی قدر کرتے ہو اس سے بڑھ کر تم کو لباس روح کی قدر کرنی چاہئے۔

شیطان کے حملوں سے خبردار رہو

دوبارہ دوسری آیت میں پھر بنی آدم کو خطاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم شیطان نے اپنی فتنہ پردازی سے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوایا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس کی فتنہ پردازیوں میں آجاؤ اور اس کی پیروی کرنے لگو اور وہ تمہیں بھی مصیبت میں ڈال دے اور یہ نہ سمجھنا کہ شیطان ہمیں نظر تو آتا ہی نہیں وہ کیسے ہمارے پاس آسکتا ہے اور کیونکر ورغلا سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ شیطان اور اس کی جماعت تمہیں اس جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے اس لئے تم ان سے اور ان کے مکر سے غافل ہو مگر وہ تم سے اور تم کو گمراہ کرنے سے غافل نہیں ہیں تو جو ایسا دشمن ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہو اور ہماری نظر اس پر نہ پڑے تو اس کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے اور اس کی مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو بہت مستعد اور بیدار رہنا چاہئے اور اس سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور بہت اس سے بچنا چاہئے اور اس کے مکر کو سمجھنا چاہئے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اور ایمان کامل اختیار کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ شیاطین کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے یعنی ان کا تسلط اور زور بے ایمانوں ہی پر ہے جو اس کے دوست ہیں۔ گویا مومن کامل پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اور جو ایمان نہیں لاتے وہی اس کے کہنے پر چلتے ہیں اور اسی کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔

لباس پہننے کی دعا

ان آیات سے ظاہری لباس کا بھی اللہ کی ایک نعمت ہونا معلوم ہوا اسی وجہ سے حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ جب نیا لباس یا دھلا ہوا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے **الحمد لله الذی کسانی مآ اواری به عورتی و اتجمل به فی حیاتی** شکر ہے اللہ کا کہ جس نے مجھ کو ایسا لباس پہنایا کہ ڈھانکتا ہوں میں اس سے اپنا ستر اور زینت کرتا ہوں اس سے اپنی زندگی میں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ نے نیا کرتہ پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا یہی دعا پڑھی یعنی **الحمد لله الذی کسانی مآ اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی** پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اس کے گلے تک پہنچتے ہی یہ دعا پڑھے پھر پرانا کپڑا راہ اللہ دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں۔ اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری شیطاطین سے کامل طور پر حفاظت فرمادیں۔ اور ان کے فریب سے ہمیں ہوشیار رکھیں۔ ظاہری لباس کے ساتھ ہمیں باطنی لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا بھی عطا فرمادیں۔ اور ہم کو اپنے احکام اور قوانین کی پوری پابندی نصیب فرماویں۔

یا اللہ جب آپ نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے ایمان عطا فرمایا ہے تو ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری بھی عطا فرمادیجئے تاکہ شیاطین کا بس ہم پر نہ چلے۔

یا اللہ شیطان ابلیس لعین کے فریب سے آپ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور اس قدیمی دشمن کے داؤں گھات سے آپ ہی ہمیں بچائیں۔

یا اللہ ہم آپ کی پناہ کے طالب ہیں۔ آپ اپنی حفاظت میں ہمیں لے لیجئے۔ اور ایمان و اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائیے اور اس دنیا سے گزر کر پھر آخرت میں ہمیں اسی جنت میں پہنچادیجئے جہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں آنا ہوا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ

وَإِذَا	فَعَلُوا	فَاحِشَةً	قَالُوا	وَجَدْنَا	عَلَيْهَا	آبَاءَنَا	وَاللَّهُ	أَمَرَنَا	بِهَا	قُلْ	إِنَّ	اللَّهَ	لَا يَأْمُرُ
اور جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی	کہیں	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا	اور اللہ	ہمیں حکم دیا	اسکا	فرمادیں	بیشک	اللہ	حکم نہیں کرتا

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے

بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا

بِالْفَحْشَاءِ	أَتَقُولُونَ	عَلَى اللَّهِ	مَا	لَا تَعْلَمُونَ	قُلْ	أَمَرَ	رَبِّي	بِالْقِسْطِ	وَأَقِيمُوا
بے حیائی کا	کیا تم کہتے ہو (لگاتے ہو)	اللہ پر	جو	تم نہیں جانتے	فرمادیں	حکم دیا	میرا رب	انصاف کا	اور قائم کرو (سیدھے کرو)

کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جسکی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنیکا

وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿٢٩﴾

وُجُوهَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَادْعُوهُ	مُخْلِصِينَ	لَهُ	الدِّينَ	كَمَا	بَدَأَكُمْ	تَعُودُونَ
اپنے چہرے	نزدیک (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور پکارو	خالص ہو کر	اس کیلئے	دین (حکم)	جیسے	تمہاری ابتداء کی (پیدا کیا)	دوبارہ (پیدا) ہوگے

اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو تم کو اللہ تعالیٰ نے شروع

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

فَرِيقًا	هَدَىٰ	وَفَرِيقًا	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الضَّلَالَةُ	إِنَّهُمُ	اتَّخَذُوا	الشَّيَاطِينَ	أَوْلِيَاءَ	مِنْ
ایک فریق	اس ہدایت دی	اور ایک فریق	ثابت ہوگئی	ان پر	گمراہی	بیشک وہ	انہوں نے بنالیا	شیطان (جمع)	رفیق	سے

میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہوگے۔ بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے

دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٣٠﴾

دُونِ اللَّهِ	وَيَحْسَبُونَ	أَنَّهُمْ	مُهْتَدُونَ
اللہ کے سوا	اور گمان کرتے ہیں	کہ وہ بیشک	ہدایت پر ہیں

شیطانوں کو رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

مشرکین شیطان کے نرغے میں

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اپنا ایک انعام یہ بتلایا کہ دنیا میں انسانوں کے لئے لباس پیدا کیا کہ جس سے ستر پوشی اور جسم کی حفاظت و زینت کی جاتی ہے اور اس ظاہری لباس کے ساتھ باطنی لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ تقویٰ اور ایمان کامل ہی کے اختیار کرنے سے ابلیس کے فریب اور داؤں گھات سے بچا جاسکتا ہے اس لئے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر شیطان کا پورا قابو ہوتا ہے اور وہ انکا رفیق بنا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قابو ہوگا کہ کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا کر رکھتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب کی زمانہ جاہلیت کی زندگی کے اندر شیطانی اغوا کی ایک نمایاں ترین اثر کی نشاندہی فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیسے فحش اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں اور پھر اس کو مذہبی فعل اور خدا کا حکم نعوذ باللہ بتلاتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں فحش اور بے حیائی کے کاموں سے اشارہ ہے مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے کا جو کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی حالت میں طواف کریں گے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ قریش کے سوائے تمام اہل عرب بیت اللہ کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں۔ صرف قریش اپنے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور ادھار دیں وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے تھے۔ یا وہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں۔ اب جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور قریش بھی ادھار نہ دیں تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے خواہ عورت ہو یا مرد۔

مشرکین کا غلط فلسفہ اور اس کی تردید

اس قسم کے رسوم از خود گھڑ لئے تھے اور کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کی اقتدا کی ہے۔ ہمارے بڑے بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ہمارے باپ دادا حکم خدا کیخلاف نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ نے ان کو اس کا حکم دیا تھا لہذا وہی فعل اسی حکم کے ساتھ ہم تک پہنچا اور ہم اس پر کاربند ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کا رد فرماتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ذرا ان سے یہ تو پوچھئے کہ بھلا اللہ تعالیٰ بھی کہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت تو یوں ہی جاری ہے کہ محاسن اخلاص اور مکارم افعال کا حکم فرماتا ہے۔ وہ فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ ایسا کہنا خواہ مخواہ خدا پر دروغ بندی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایسی اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں مثلاً جیسے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور مثلاً یہ حکم دیا ہے کہ تم سجدہ یعنی عبادت کے وقت اپنا رخ سیدھا اللہ کی طرف کرو یعنی بت وغیرہ کو سجدہ اور ان کی عبادت مت کیا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو یعنی شرک کا عقیدہ مت رکھو تو مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تو یہ احکام ہیں کہ ان کو مانو اور یہ سمجھ لو کہ تم کو صرف حکم دے کر نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک وقت حساب کتاب کے لئے بھی آنے والا ہے کہ تم کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یعنی قیامت چنانچہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے پیدا کیا ہے یوں ہی تم دوبارہ پیدا ہو گے اور اس وقت تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہوگی۔ پس یہ احکام ہیں خدا کے نہ کہ وہ جن کو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ الغرض ایک جماعت کو خدا نے ان دلائل کے ذریعہ سے ہدایت کی اور وہ اللہ کے احکام پر ایمان لاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی ہے کہ اس کو ہدایت نصیب نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنالیا ہے اور انہیں کا کہنا مانتے ہیں اور انہیں کی بات سنتے ہیں اور اس کیساتھ ہی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستہ پر ہیں حشر کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر یعنی ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ گمراہی کو ہدایت سمجھتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس فریق میں شامل فرمالیجئے جس کے لئے آپ نے ہدایت مقدر فرمائی ہے اور ہمیں ان لوگوں میں نہ شامل فرمائیے جن کے لئے گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ یا اللہ گمراہی سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہم کو قرآن وسنت کے احکام کا ظاہراً و باطناً پابند رکھیئے اور ہر طرح کی بدعات اور غیر شرع رسموں سے بچائیے۔

یا اللہ اہل بدعت اپنی گھڑی ہوئی رسموں کو دین وشریعت کے احکام بتلاتے ہیں۔ اس گمراہی سے اہل اسلام کو بچنا نصیب فرمائیے۔ اور ہدایت کے راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ

یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ	خُذُوْا	زِیْنَتَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَّكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا یُحِبُّ
اے اولاد قوم	لے لو (اختیار کرلو)	اپنی زینت	قریب (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور کھاؤ	اور پیو	اور بے جا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا

اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے

الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ

الْمُسْرِفِیْنَ	قُلْ	مَنْ	حَرَّمَ	زِیْنَةَ اللّٰهِ	الَّتِیْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ	وَالطَّیِّبٰتِ	مِنَ	الرِّزْقِ	قُلْ
فضول خرچ (جمع)	فرمادیں	کس	حرام کیا	اللہ کی زینت	جو کہ	اس نے نکالی	اپنے بندوں کیلئے	اور پاک	سے	رزق	فرمادیں

والوں کو۔آپ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص

هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

هِیَ	لِلَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	فِی الْحَیٰوةِ	الدُّنْیَا	خَالِصَةً	یَوْمَ الْقِیٰمَةِ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ
یہ	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	زندگی میں	دنیا	خالص طور پر	قیامت کے دن	اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں

نے حرام کیا ہے آپ یہ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء دنیوی زندگی میں اہل ایمان کیلئے ہیں اور قیامت کے روز خالصۃً انہی کیلئے ہونگی ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ	یَعْلَمُوْنَ
آیتیں گروہ کیلئے	وہ جانتے ہیں

کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں۔

مشرکین کی بے اعتدالیوں کا جواب

مشرکین ایام جاہلیت میں اس خیال سے کہ ہم اپنے کپڑوں میں نہ جانے کیا کیا گناہ کرتے ہیں اس لئے طواف کعبہ کے وقت انہیں اتار کر الگ رکھ دیتے تھے اگر قریش نے ان کو کپڑے دے دیئے تب تو ان کو پہن کر اور اگر نہ مل سکے تو ننگے بدن لنگوٹہ باندھ کر طواف کرتے۔اسی طرح عورتیں بھی رات میں تنگی لنگوٹ باندھ کر طواف کرتی تھیں۔اسی طرح حج کے زمانہ میں اہل عرب بعض چیزیں مثلاً گوشت، چربی، گھی، دودھ وغیرہ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فاقے یا بالکل تھوڑا کھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ان کی یہ سب رسوم شیطانی رفاقت کے اثرات کے باعث قابل ترک اور ان کا مذموم ہونا بتلایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بھی ان کے ان رسوم کا رد فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی بات نہیں کہ ایام حج میں گھی دودھ چکنائی گوشت وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیا جائے اور خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا ڈھانکنا اور آرائش ہے اس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اس کی نعمتوں کا اثر لے کر حاضر ہو۔خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔

کھاؤ، پیو، پہنو مگر اسراف نہ کرو

اسراف کے معنیٰ ہیں حد سے تجاوز کرنا جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے یا بدوں اشتہا کے کھانے لگے یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت بدنی کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو یا مضر صحت

چیزیں استعمال کرے۔ لفظ اسراف ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے بیجا خرچ کرنا بھی اس کی ایک فرد ہے۔

زینت کا مطلب

یہاں آیت میں خُذُوۡا زِیۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ کا حکم آیا ہے جس کا حسب ذیل کئی ترجمہ کئے گئے ہیں۔

۱۔ تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

۲۔ ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔

۳۔ ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کر لیا کرو۔

زینت سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک لباس ہے کہ جس سے ستر چھپ سکے۔ یعنی مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورتوں کے لئے سارا بدن صرف چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔ تو اس آیت میں حکم دیا گیا کہ جب طواف کو یا نماز کو مسجد میں آؤ تو لباس پہن کر آؤ ننگے بدن نہ آؤ۔ اس آیت کی رو سے ہر نماز کے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے مگر بعض علماء نے زینت سے مراد مکمل لباس عمدہ نفیس کپڑے نہانا خوشبو وغیرہ لگانا مراد لئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسجد میں آنے اور خدا کی عبادت کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ آدمی محض اپنا ستر چھپا لے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حسب استطاعت وہ اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی ہو اسی بناء پر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جس لباس کو پہن کر لوگوں کے سامنے بازار میں جاتے ہوئے شرم آئے اس لباس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سر اور کہنیاں ننگی کر کے نماز پڑھنے کا مسئلہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں "چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو۔ بہر حال نماز مکروہ ہے۔ اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہو سکتا ہے سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے بھی"۔

(معارف القرآن جلد سوم ص ۵۵۲)

مذکورہ آیت سے متعلق مسائل

كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو کی تفصیلات بیان کر کے حضرت مفتی صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن جلد سوم میں لکھتے ہیں "خلاصہ یہ ہے كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا وَلَا تُسۡرِفُوۡا کے کلمات سے آٹھ مسائل شرعیہ نکلے۔ اول یہ کہ کھانا پینا بقدر ضرورت فرض ہے۔ دوسرے یہ کہ جب تک کسی چیز کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز حلال ہے۔ تیسرے یہ کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع کر دیا ان کا استعمال اسراف و ناجائز ہے۔ چوتھے یہ کہ جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی اسراف اور سخت گناہ ہے۔ پانچویں یہ کہ پیٹ بھر جانے کے بعد اور کھانا ناجائز ہے۔ چھٹے یہ کہ اتنا طعام کم کھانا جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدرت نہ رہے۔ ساتویں یہ کہ ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا بھی اسراف ہے۔ آٹھویں یہ کہ جب کبھی کسی چیز کو جی چاہے تو ضرور ہی اس کو حاصل کرے یہ بھی اسراف ہے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کو جی چاہے اس کو ضرور ہی پورا کرے۔ (ابن ماجہ عن انسؓ)

سب اللہ کی نعمتیں ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے تو دنیا کی ساری پاکیزہ چیزیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے نفع اٹھائے اور خالق جل و علا کی عبادت، وفاداری اور شکر گزاری میں مشغول ہو۔

ساری پاکیزہ چیزیں اللہ نے بندوں ہی کے لئے پیدا کی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ انہیں بندوں کے لئے حرام کردے ورنہ اسکے علاوہ کسی کو استحقاق ہوسکتا ہے کہ پہننے اور کھانے پینے کی پاک حلال چیزوں کو حرام کرسکے۔ پیدا کرنے والا اور دینے والا خدا۔ پھر اس کے علاوہ دوسرا حرام کرنے والا کون؟ تو جو اہل عرب نے ایام حج کے زمانہ میں پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں بغیر خدا کے حکم کے کمی کرلی تھی اس کی تردید ہورہی ہے اور انہیں اس فعل سے روکا جارہا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں ہی کے لئے تیار ہوئی ہیں تاکہ اللہ کے رزق سے اللہ کی اطاعت اور عبادت کی قوت حاصل ہو۔ گو دنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ یعنی حقیقت کے اعتبار سے تمام طیبات ولذائذ کی نعمتیں دراصل ایمان والوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کے اصل مستحق ہیں تاکہ اللہ کے رزق سے اللہ کی طاعت وعبادت کی قوت حاصل ہو لیکن دنیا میں کافر بھی ان کے شریک کردیئے گئے ہیں بلکہ بطور استدراج ان کافروں کو کہیں زیادہ دے دیا گیا ہے تاکہ ان پر حجت پوری ہوجائے رزق کے اصل مستحق اہل ایمان ہیں جو اللہ کے محترم اور مکرم بندے ہیں جو اس کا رزق کھا کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کے نافرمان اور سرکش اگرچہ دنیاوی رزق میں بظاہر اہل ایمان کے شریک ہیں لیکن درپردہ طفیلی اور تابع ہیں جس طرح حیوان کو انسان کے طفیل میں کھانے کو بہت مل جاتا ہے اسی طرح کفار کو اہل ایمان کے طفیل اور صدقہ میں خوب مل رہا ہے لیکن قیامت کے دن تمام نعمتیں خالص اہل ایمان کے لئے ہوں گی۔ آخرت میں کفار کو بطور طفیلی بھی ان نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ جنت اور جنت کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور اپنی نعمتوں کا ہم کو شکرگزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور نعمتوں کی ناشکری اور کفرانِ نعمت سے بچائیں۔

یا اللہ دنیا کے ساتھ ہمیں آخرت کی دائمی نعمتیں بھی عطا فرما۔

یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں جو جاہلانہ رسوم اور خیالات پیدا ہوگئے ہیں ان کو ترک کرنے اور قرآن وسنت پر مستقیم رہنے کی سعادت ہم کو نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ

قُلْ	اِنَّمَا	حَرَّمَ	رَبِّیَ	الْفَوَاحِشَ	مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَالْاِثْمَ	وَالْبَغْيَ	بِغَيْرِ الْحَقِّ
فرمادیں	صرف (تو)	حرام کیا	میرا رب	بے حیائی	جو	ظاہر ہیں	ان سے	اور جو	پوشیدہ	اور گناہ	اور سرکشی	ناحق کو

آپ فرمادیجئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو اُن میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور اُن میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

وَاَنْ	تُشْرِكُوْا	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ يُنَزِّلْ	بِهٖ	سُلْطٰنًا	وَّاَنْ	تَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ
اور یہ کہ	تم شریک کرو	اللہ کیساتھ	جو۔جس	نہیں نازل کی	اس کی	کوئی سند	اور یہ کہ	تم کہو (لگاؤ)	پر	اللہ	جو	تم نہیں جانتے

کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھیراؤ جسکی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگادو

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ	اَجَلٌ	فَاِذَا	جَآءَ	اَجَلُهُمْ	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ	سَاعَةً	وَلَا	يَسْتَقْدِمُوْنَ
اور ہر امت کیلئے	ایک مدت مقرر	پس جب	آئے گا	ان کا مقررہ وقت	نہ وہ پیچھے ہوسکیں گے	ایک گھڑی	اور نہ	آگے بڑھ سکیں گے

جسکی تم سند نہ رکھو۔ اور ہر گروہ کیلئے ایک معیاد معین ہے سو جس وقت انکی معیاد معین آجاوے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

وہ چیزیں جو اللہ نے حرام کی ہیں

ایام جاہلیت میں اہل عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے رسم و رواج سے حرام ٹھہرا رکھا تھا مثلاً حج کے زمانہ میں بکری کے دودھ گوشت اور گھی کو حرام کر لیتے تھے۔ اسی طرح طواف خانہ کعبہ میں کپڑا وغیرہ استعمال کرنا حرام جانتے تھے اور برہنہ بدن طواف کرتے تھے جن کا گذشتہ آیات میں رد بھی فرمادیا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نے جن اشیاء کو بلا دلیل حرام اعتقاد کر کے چھوڑ رکھا ہے اور بعض اوقات ان کی تحریم کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تو حرام نہیں کیا البتہ جن امور میں تم اکثر مبتلا ہو ان کو حرام کیا اور وہ پانچ باتیں یہاں آیت میں بتلائی گئی ہیں۔

پہلی بات فرمائی گئی اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی اللہ نے حرام کیا ہے تمام بے حیائی کے کاموں کو جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں۔

دوسری بات فرمائی والاثم یعنی اللہ نے ہر قسم کے گناہ کو حرام کیا ہے۔

تیسری بات فرمائی وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنی کسی پر ناحق ظلم اور زیادتی کو حرام کیا ہے۔

چوتھی بات فرمائی وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا یعنی اللہ نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو جس کی اللہ نے کوئی حجت اور سند نہیں اتاری۔

پانچویں بات فرمائی وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی حرام کیا اللہ نے اس بات کو کہ تم اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرو جس کا تم کو علم نہ ہو یعنی اپنی جہالت سے اللہ پر بہتان باندھنا حرام ہے۔

مشہور تفسیر ان پانچوں امور کی یہ ہے:۔

۱- فواحش سے مراد بے حیائی کے کام ہیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ جیسے برہنہ طواف کرنا۔ محرمات کو دیکھنا، زنا، بدکاری، گالی گلوچ وغیرہ۔ ان سب باتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

۲- اثم سے مراد ہیں دیگر کبیرہ گناہ جن کو عرف میں بے حیائی کا کام نہیں کہا جاتا بلکہ اخلاقی جرم سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً شراب پینا، جوا کھیلنا، نشہ کا استعمال، بغض، حسد، کینہ، جھوٹ فریب وغیرہ کہ ان سب

کواللہ نے حرام کیا ہے۔

۳- بغی اس میں ہر قسم کا ظلم وزیادتی اور حق تلفی داخل ہے خواہ کسی کی آبرو وعزت پر ہو یا جان ومال پر۔ اس طرح قتل ڈکیتی چوری کسی کو ستانا کسی کا نقصان کرنا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ یہ سب حرام ہے۔

۴- شرک باللہ یعنی خدائی اوصاف کا مالک کسی دوسرے کو سمجھا جائے۔ یا اللہ کی ربوبیت یا الوہیت میں کسی کو شریک سمجھ جائے۔ اس طرح اللہ کے سوا کسی کی عبادت یا بندگی کرنا یا حاجت روائی اور مشکل کشائی میں کسی دوسرے کو دخیل سمجھنا۔ جیسے عرب کے مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم تو بتوں کی اس لئے تعظیم کیا کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے آگے ہمارے سفارشی ہیں۔ ہمارا جو کام ہوتا ہے انہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تو یہ سب امور قطعی حرام ہیں۔

۵- اللہ تعالیٰ کی طرف اٹکل پچو باتیں منسوب کرنا یعنی جو واقع میں حلال ہیں ان کو حرام سمجھ لینا اور جو واقع میں حرام ہوں ان کو حلال سمجھ لینا۔ اس طرح تمام عقائد باطلہ اس میں شامل ہیں۔

یہ پانچ امور جن میں ہر طرح کے گناہ شامل ہیں یہ ممنوعات میں سے ہیں نہ کہ بوقت طواف کپڑا نہ پہننا یا ایام حج میں گوشت دودھ گھی وغیرہ کھانا چھوڑ دینا تو خدا تعالیٰ نے عمدہ لباس یا عمدہ غذاؤں کو حرام نہیں کیا بلکہ بے حیائی اور گناہ کے کاموں کو حرام کیا ہے۔

سزا کے لئے ایک وقت مقرر ہے

اب ایک شبہ مشرکین کو ہوسکتا تھا اور وہ یہ کہ اگر درحقیقت یہ چیزیں خدا کی حرام کی ہوئی نہیں اور ہم خدا پر افترا کرتے ہیں تو ہمیں سزا کیوں نہیں دی جاتی تو اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے کہ ہر قوم کی سزا کیلئے بمقتضائے حکمت خداوندی ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر مہلت نہیں ملتی اور وقت سے پہلے ہلاک بھی نہیں ہوتے۔ پس قبل از وقت مقررہ سزا کا نہ ہونا اس کی علامت نہیں کہ مشرکین کو سزا ہی نہ ہوگی۔

اس سورۃ کے نزول سے پہلے کفار ومشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی سے عذاب آتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا' تو یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ عمل الٰہی میں ہر فرد و گروہ کی سزا کا ایک وقت معین ہے تو جس وقت ان کی وہ میعاد معین آجاتی ہے پھر سزا و عذاب میں دیر نہیں لگتی اور وہ خاص وقت مقررہ آجانے پر پھر ایک لمحہ کی تقدیم وتاخیر نہیں ہوتی۔

ان آیات میں اہل مکہ کو خصوصاً اور اہل کفر ومعاصی کو عموماً تہدید ہے اور عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے۔ اور ان پانچ امور میں جن کا صراحت سے یہاں حرام ہونا بتلایا گیا ہے اس میں تقریباً ہر طرح کے گناہ اور محرمات سب آگئے خواہ وہ عقیدہ کے گناہ ہوں یا عمل کے اور پھر ذاتی عمل کے گناہ ہوں یا لوگوں کے حقوق سے متعلق ہوں اور شرک اور افترا علی اللہ کا عقیدہ تو گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔ مشرکین عرب ایام جاہلیت میں ان سب حرام اور محرمات میں مبتلا تھے اس طرح ان کی اس جہالت کو کھولا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ حلال چیزوں سے پرہیز کرتے ہو اور حرام کے استعمال میں نہیں جھجکتے۔

بدعت وغلو کا انجام

تفسیر معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ دین میں غلو اور ایجاد بدعات کا یہ لازمی خاصہ ہے کہ جو اشخاص ان چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ دین کی اصل اور اہم ضروریات سے عادۃً غافل ہوجاتے ہیں اس لئے غلوفی الدین اور بدعت کا نقصان دوہرا ہوتا ہے۔ ایک خود بدعت اور غلو میں مبتلا ہونا گناہ ہے دوسرے اس کے بالمقابل صحیح دین اور سنت کے طریقوں سے محروم ہونا۔ نعوذ باللہ منہ

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے ظاہری و باطنی گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جن امور کو ان آیات میں حرام بتلایا گیا ہے ان سے خصوصاً کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی بدعت اور غلو فی الدین سے بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	فَمَنِ	اتَّقٰى	وَاَصْلَحَ
اے اولاد آدم	اگر	تمہارے پاس آئیں	رسول	تم میں سے	بیان کریں (سنائیں)	تم پر (تمہیں)	میری آیات	تو جو	ڈرا	اور اصلاح کرلی

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	اُولٰٓئِكَ
کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور تکبر کیا	ان سے	یہی لوگ

اُن لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور اُن سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ
دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹ	یا جھٹلایا	اسکی آیتوں کو

ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا

اُولٰٓئِكَ	يَنَالُهُمْ	نَصِيْبُهُمْ	مِّنَ + الْكِتٰبِ	حَتّٰى	اِذَا	جَاۗءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	يَتَوَفَّوْنَهُمْ	قَالُوْٓا
یہی لوگ	اُنہیں پہنچے گا	اُن کا نصیب (حصہ)	سے + کتاب (لکھا ہوا)	یہاں تک کہ	جب	انکے پاس آئیں گے	ہمارے بھیجے ہوئے	انکی جان نکالنے	وہ کہیں گے

ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جاوے گا۔ یہاں تک کہ جب انکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انکی جان قبض کرنے آویں گے،

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي

اَيْنَ مَا	كُنْتُمْ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	وَ	شَهِدُوْا	عَلٰى
کہاں جو	تم تھے	پکارتے	سے	اللہ کے سوا	وہ کہیں گے	وہ گم ہوگئے	ہم سے	اور	گواہی دیں گے	پر

تو کہیں گے وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿٣٧﴾

اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
اپنی جانیں	کہ وہ	کافر تھے

اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔

عہد ازلی کی یاددہانی: گذشتہ سے جو مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے اس کی ترتیب ظاہر کرتی ہے کہ جب حضرت آدم وحوا علیہما السلام اپنے اصلی مسکن جنت سے جہاں ان کو آزادی اور فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کردیئے گئے تو

ان کی مخلصانہ توبہ وانابت پر نظر کرتے ہوئے تمام اولاد بنی آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ ہدایات دی گئیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم کرنے کے بعد یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ سے خطاب شروع فرما کر ہدایت کا مسلسل بیان ہوا جن میں شیطان لعین کے مکر وفریب سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور اعمال وعقائد میں ابلیس کے اتباع اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے ممانعت فرمائی گئی اور تمام بے حیائی' بدکاری' گناہ ظلم وزیادتی کے کاموں سے بچنے اور اخلاص وعبودیت کا راستہ اختیار کرنے اور خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور جو حدود وقیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بھی بنی آدم ہی سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ مضمون کا خطاب تم کو کچھ جدید نہیں بلکہ عالم ارواح ہی میں تمام بنی آدم سے یہ عہد لے لیا گیا تھا اور وعدہ وعید سنا دیا گیا تھا کہ اے اولاد آدم ہمارے پیام رساں اور قوانین وہدایت پہنچانے والے تمہارے پاس دنیا میں پہنچیں گے اور تم کو میرے احکام سنائیں گے اور تم کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں گے تو تم ان کی ہدایت پر چلنا اور ان کی نصیحت قبول کرنا۔ ان کے قول سے سرتابی نہ کرنا اور نہ ان کی تکذیب کرنا کیونکہ تم میں سے جو شرک وکفر سے بچے رہیں گے اور اعمال کو درست کر لیں گے ان کو قیامت کے دن نہ آئندہ کا خوف ہوگا نہ گذشتہ کا غم اور جو لوگ ہمارے احکام نہ مانیں گے ایمان نہ لائیں گے اور سرتابی کریں گے وہ دوامی دوزخی ہوں گے پھر کبھی رہائی نہ ملے گی۔ عہد مذکور سنانے کے بعد اہل دوزخ کا ذکر کیا گیا اور کفار کی عبرتناک حالت اور مرتے وقت ان کی بے چارگی اور بے بسی کو بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کے لئے عمر اور مال وجاہ جو اللہ کی طرف سے مقدر کر دیا گیا ہے وہ تو ان کو دنیا میں مل جائے گا اور ایک وقت تک ان کو ملتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ کے فرشتے ان کی روحیں نکالنے آئیں گے اور عذاب خداوندی کی وعیدیں سنائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے اب ان کو بلاؤ کہ تمہاری مدد کریں اور تم کو عذاب سے بچائیں۔ اس وقت کفار جواب دیں گے کہ وہ معبود تو ہم سے سب غائب ہوگئے اور واقعی کوئی ہمارے کام نہ آیا اس وقت مجبور ہو کر وہ اپنے کفر کا اقرار کریں گے اور اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بیشک وہ کافر تھے یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت وعداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔

غرضیکہ ان آیات میں اس عہد قدیم کا یاد دلانا مقصود ہے کہ جو اولاد آدم سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا جو توحید ورسالت اور قیامت اور جزاوسزا کے بیان پر اجمالاً مشتمل تھا۔ تو جہاں ان آیات سے اور اس مضمون سے کفار ومشرکین کو وعدہ ازل کی یاد دہانی اور کفر وشرک سے ممانعت مقصود بیان ہے وہیں در پردہ اہل ایمان کو بھی تنبیہ ہے کہ تم کو اسی عہد پر قائم رہنا چاہئے جو ازل میں اور عالم ارواح میں کر چکے ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے روز ازل میں عالم ارواح کے کئے ہوئے عہد وپیمان کو دنیا میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ قرآنی ہدایات پر چلنا اور اس کے مطابق تقویٰ اور نیکی اختیار کرنا ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہمیں بچا لے۔

یا اللہ ہمارا ایمان واسلام پر فرشتوں کی بشارت کے ساتھ خاتمہ بالخیر فرما اور میدان حشر میں ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جن کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ

قَالَ	ادْخُلُوْا	فِيْٓ اُمَمٍ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	مِنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	فِي النَّارِ	كُلَّمَا	دَخَلَتْ	اُمَّةٌ
فرمائے گا	تم داخل ہو جاؤ	اُمتوں میں (ہمراہ)	گزر چکی	تم سے قبل	سے	جنات	اور انسان	آگ (دوزخ) میں	جب بھی	داخل ہوگی	کوئی امت

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی انکے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت کوئی جماعت

لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا

لَعَنَتْ	اُخْتَهَا	حَتّٰى	اِذَا	ادَّارَكُوْا	فِيْهَا	جَمِيْعًا	قَالَتْ	اُخْرٰىهُمْ	لِاُوْلٰىهُمْ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَاۗءِ	اَضَلُّوْنَا
لعنت کریگی	اپنی ساتھی	یہاں تک	جب	مل جائینگے	اس میں	سب	کہے گی	انکی پچھلی قوم	اپنے پہلوں کے بارہ میں	اے ہمارے رب	یہ ہیں	انہوں نے ہمیں گمراہ کیا

داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہوجاویں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ

فَاٰتِهِمْ	عَذَابًا	ضِعْفًا	مِنَ النَّارِ	قَالَ	لِكُلٍّ	ضِعْفٌ	وَلٰكِنْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ	وَقَالَتْ
پس دے انکو	عذاب	دوگنا	آگ سے	فرمائے گا	ہرایک کیلئے	دوگنا	اور لیکن	نہیں	تم جانتے	اور کہیں گے

پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو انکو دوزخ کا عذاب دوگنا دیجئے اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔ اور پہلے لوگ پچھلے

اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾

اُوْلٰىهُمْ	لِاُخْرٰىهُمْ	فَمَا	كَانَ لَكُمْ	عَلَيْنَا	مِنْ فَضْلٍ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ
انکے پہلے	اپنے پچھلوں کو	پس نہیں	ہے تمہیں	ہم پر	کوئی بڑائی	چکھو	عذاب	اس کا بدلہ	تم کماتے تھے (کرتے تھے)

لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

عہد ازل کو بھول جانے والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار مکذبین و مجرمین کے متعلق دنیا اور موت کے بعد عالم برزخ کا حال بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں جو ان کے نصیب کا رزق اور عمر ہے۔ وہ تو مل جائے گا اور مرنے کے وقت اور برزخ میں وہ اپنی بے بسی اور بے کسی دیکھ کر اپنے کافر ہونے کا اقرار خود کرنے لگیں گے اور صاف سمجھ جائیں گے کہ واقعی ہم کافر مجرم ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں نے دنیا میں لاکھ سمجھایا کہ کفر نہ کرو ورنہ مرنے کے بعد سزا ملے گی مگر اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا اور بتلایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ پھر عالم برزخ کے بعد قیامت میں جو ان کفار مکذبین و مجرمین کا حال ہوگا اس کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوگا کہ اب تم انسانوں اور جنات کی ان تمام قوموں کے ساتھ جو تم سے پہلے اسی کفر کی آفت میں مبتلا تھیں سب مل کر دوزخ میں جاؤ کیونکہ تمہارے کفر کی یہی سزا ہے۔ تم کو دنیا میں اپنی کتابیں اور رسول بھیج کر بتا دیا گیا تھا۔ اگر تم دنیا ہی میں اس کو سمجھ جاتے تو آج آگ کے عذاب سے بچ جاتے لیکن تم نہیں مانے تو اب اس کا عذاب بھگتو۔ چنانچہ آگے پیچھے وہ سب دوزخ میں داخل کر دیئے

جائیں گے۔ جب وہ گروہ در گروہ دوزخ میں داخل ہوتے جائیں گے تو ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے اور لڑتے جھگڑتے جائیں گے۔ جس وقت ایک گروہ داخل ہوگا تو وہ اپنے مثل وہم جنس دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی یہودی یہودیوں پر لعنت کریں گے عیسائی عیسائیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر غرض یہ کہ اس مصیبت میں ایک دوسرے کی ہمدردی تو کیا ہوتی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جس وقت سب دوزخ میں جمع ہو جاویں گے تو ہر پچھلا گروہ اپنے سے پہلے گروہ کی نسبت کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا یعنی یہ ہمارے مقتدا اور پیشوا تھے۔ جو راہ انہوں نے ہمارے لئے تجویز کی ہم اس پر چلے۔ ہم ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور ہم کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری گمراہی کا سبب یہ لوگ ہوئے ہیں سو آپ ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دیجئے کیونکہ ان کا دہرا قصور ہے۔ خود بھی گمراہ تھے ہم کو بھی گمراہ کیا۔ ان کو جواب ملے گا کہ تم میں سے ہر گروہ کو دگنا عذاب ہے مگر تم دوسرے فریق کے عذاب کو نہیں جانتے۔ اس لئے ایسا کہتے ہو یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ بڑا ہے۔ کہ انہوں نے نمونہ بد قائم کیا اور پچھلوں کے لئے بری راہ ڈالی۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ایک حساب سے پچھلوں کا گناہ زیادہ ہے اور زیادہ قابل گرفت ہے کہ انہوں نے پہلوں کا حال سن کر اور ان کی حالت دیکھ کر بھی عبرت نہ پکڑی اس لئے فیصلہ یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سب کو دگنی سزا ملے گی۔ یہ فیصلہ سن کر پہلے لوگ پچھلوں کو چڑائیں گے کہ ہمارے لئے تم نے دگنی سزا دیئے جانے کی درخواست کی تھی مگر کیا ہاتھ آیا۔ تم میں کیا سرخاب کا پر تھا کہ جو تم کو سزا کم ملتی۔ مجرم مجرم سب برابر۔ گمراہی اور استحقاق عذاب میں ہم تم دونوں برابر ہیں لہٰذا تم بھی اپنے کیئے کا مزہ چکھو اس کفر کے بدلہ میں جو تم نے کمایا۔

برادران عزیز یہ کلام پاک کی آیتیں آنکھیں کھول کر اور کان لگا کر سننے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا بتلاتی ہیں اور ان میں ذرا بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ موت کے بعد آنکھیں اس دنیا سے بند ہو کر آخرت کی طرف سے کھل جائیں گی اور معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا لیکن اس وقت آنکھوں کا کھلنا کچھ کام نہ آئے گا کام اسی کا بنے گا جس کی آنکھیں ابھی زندگی میں کھل جائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں اپنا اطاعت گزار اور فرمانبردار بننا نصیب فرماویں۔ قرآن پاک کا اتباع اور اس کا ذوق شوق ہم کو اور ہماری نسلوں کو عطا فرماویں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی ہونے کا ہم کو شرف عطا فرمایا ہے ہم کو صحیح معنیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرماویں۔ شیطان کے مکر وفریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور آخرت کی تیاری کا فکر ہمارے دلوں میں اتار دیں اور اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر ونشر فرماویں اور عذاب جہنم سے بچا کر جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	لَا تُفَتَّحُ	لَهُمْ	اَبْوَابُ	السَّمَآءِ	وَ	لَا يَدْخُلُوْنَ
بیشک	وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور تکبر کیا انہوں نے	اُن سے	نہ کھولے جائیں گے	ان کیلئے	دروازے	آسمان	اور	نہ داخل ہوں گے

جولوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور اُن سے تکبر کرتے ہیں اُن کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے

الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿٤٠﴾ لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ

الْجَنَّةَ	حَتّٰى	يَلِجَ	الْجَمَلُ	فِيْ	سَمِّ	الْخِيَاطِ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِيْ	الْمُجْرِمِيْنَ	لَهُمْ	مِنْ جَهَنَّمَ
جنت	یہاں تک (جب تک)	داخل ہوجائے	اُونٹ	میں	ناکا	سُوئی	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	مجرم (جمع)	ان کیلئے	جہنم کا

جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اُن کیلئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے

مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

مِهَادٌ	وَ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	غَوَاشٍ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِيْ	الظّٰلِمِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا
بچھونا	اور	سے	انکے اوپر	اوڑھنا	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ظالم (جمع)	اور جولوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت

الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾

الصّٰلِحٰتِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ + الْجَنَّةِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ
اچھے	ہم بوجھ نہیں ڈالتے	کسی پر	مگر	اس کی وُسعت	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے

سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

منکرین جنت میں نہیں جاسکیں گے

گذشتہ آیات میں کفار و مکذبین کا ذکر ہوا تھا اور ان کے قیامت میں دوزخ میں دخل ہونے اور وہاں ایک گروہ کا دوسرے گروہ پر لعنت ملامت کرنے کا حال بیان ہوا تھا۔ اب ان کی جنت سے محرومی کی کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ منکرین و مکذبین کے لئے نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لئے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے نہ مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ ان کے اعمال گندے ہیں۔ ان کی روحیں نجس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال صالحہ اور کلمات طیبہ اور پاک روحیں ہی چڑھتی ہیں۔ آسمان کا دروازہ انہی لوگوں کی ارواح کے لئے کھلتا ہے جنہوں نے انبیائے کرام کی بے چوں و چرا تصدیق کی اور سر تسلیم ان کے سامنے خم کیا اور جنہوں نے بجائے تصدیق کے انبیاء کی تکذیب کی اور بجائے تواضع کے ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔ جیسا کہ احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ فرشتے جب کافر کی روح کو قبض کر کے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں تو وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ خبیث روح کس کی ہے۔ جس سے مردار کی بدبو آرہی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اس کا بہت برا نام تھا وہ لے کر بتاتے ہیں یعنی اس خبیث کا اسم اور مسمیٰ دونوں ہی گندے اور پلید ہیں۔ جب آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لئے دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں مگر اس کے

لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اور اس کی روح کو آسمان سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے اور مومن کی روح کے لئے جس کو انتقال کے بعد فرشتے جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو میں ملبوس کر کے آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں تو اس کے لئے آسمان دنیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ سجین زمین کے ساتویں طبق میں جہنم کی ایک وادی ہے جس میں کفار کی ارواح رکھی جاتی ہیں۔ اس کے بالمقابل علیین ہے کہ ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت کا ایک مقام ہے جہاں مومنین کے اعمال نامہ رکھے جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں مکذبین و متکبرین کے لئے ایک بات تو یہ فرمائی گئی کہ مرنے کے بعد ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے جس کی تشریح حدیث سے معلوم ہوئی۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ کبھی بھی جنت میں نہ جا سکیں گے اور اس کو ایک مثال سے سمجھایا گیا۔ اونٹ اہل عرب کے خیال میں جانوروں میں سب سے بڑا جانور تھا اس کا سوئی کے ناکہ جیسی چھوٹی اور تنگ جگہ میں داخل ہونا بالکل محال اور ناممکنات میں سے ہے۔ ایسے ہی ان کفار کا جنت میں داخل ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے اور جہنم میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی اور کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔ آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ آگے بتلایا گیا کہ کفار کو جو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ جنت میں ان کا داخلہ ناممکن اور محال بنا دیا اور جہنم کے عذاب محیط کو ان پر مسلط کر دیا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ مجرم ہیں اور مجرم کی یہی سزا ہے اور جرم یہ ہے کہ احکام خداوندی کی تکذیب کی اور ان کے قبول کرنے سے تکبر کیا تو ظالموں کو ایسی ہی سزا ہوا کرتی ہے۔

مومنین کو ہمیشہ کی جنت ملے گی

اب جب کفار کا انجام کار بیان کیا جا چکا آگے مومنین صالحین کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ نیکو کار مومنین کو دوامی جنت حاصل ہوگی۔ مومنین کے تذکرہ میں بطور جملہ معترضہ کے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ فرمایا یعنی ہم طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس ارشاد سے متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں کہ جو انسان کی طاقت سے باہر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کو نرم اور آسان کر دیا ہے۔ بیماری، کمزوری، سفر اور دوسری انسانی ضروریات کا ہر حکم میں لحاظ رکھ کر آسانیاں دی گئی ہیں۔ تمام انسانی زندگی کے مختلف ادوار اور حالات کا جائزہ لے کر ہر حال میں ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے مناسب احکام دیئے ہیں جن پر عمل کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس کے مطلب یہ بھی لئے ہیں کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی مقدرت و طاقت میں ہو۔ اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح کی تکلیف ایسا بوجھ نہیں کہ جو نا قابل برداشت ہو اور طاقت بشری سے باہر ہو تو ایسے ایمان اور عمل صالح والے لوگ بہشتی ہیں۔ بہشت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے عمل ان کا اگر چہ محدود تھا مگر اس کی جزاء غیر محدود ہوگی۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

”جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کے ماننے سے تکبر کرتے ہیں ان کی روح کے لئے مرنے کے بعد آسمان کے دروازہ نہ کھولے جاویں گے۔ یہ حالت تو مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی اور قیامت کے روز وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور یہ محال ہے پس کفار کا جنت میں جانا بھی محال ہوا اور ہم ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا اور اوپر جو دوزخ میں جانا ان کا مذکور ہوا تو وہاں یہ حال ہوگا کہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی چنانچہ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔“ یہ تو مکذبین کے سزا کی تفصیل تھی آگے مومنین کے جزا کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے ”اور جو لوگ آیات الٰہیہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور یہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے۔ ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

20 وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ

وَنَزَعْنَا	مَا	فِي	صُدُورِهِم	مِّنْ غِلٍّ	تَجْرِي	مِن	تَحْتِهِمُ	الْأَنْهَارُ	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلَّهِ
اور کھینچ لئے ہم نے	جو	میں	انکے سینے	کینے	بہتی ہیں	سے	اُنکے نیچے	نہریں	اور وہ کہیں گے	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے اللہ کا شکر و احسان ہے جس نے ہم کو اس

الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

الَّذِي	هَدَانَا	لِهَٰذَا	وَمَا	كُنَّا	لِنَهْتَدِيَ	لَوْ	لَا	أَنْ هَدَانَا	اللَّهُ	لَقَدْ	جَاءَتْ	رُسُلُ	رَبِّنَا
جس نے	ہماری رہنمائی کی	اسکی طرف	اور نہ	ہم تھے	کہ ہم ہدایت پاتے	اگر	نہ	کہ ہمیں ہدایت دیتا	اللہ	البتہ	آئے	رسول	ہمارا رب

مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے

بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

بِالْحَقِّ	وَنُودُوا	أَن	تِلْكُمُ	الْجَنَّةُ	أُورِثْتُمُوهَا	بِمَا	كُنتُمْ	تَعْمَلُونَ
حق کیساتھ	اور انہیں ندا دی گئی	کہ	یہ کہ تم	جنت	تم اسکے وارث ہوگے	صلہ میں	تم تھے	کرتے تھے

اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔

جنت کے ماحول کی پاکیزگی

گذشتہ آیات میں اہل دوزخ کی حالت بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کریں گے اور ایک دوسرے پر غیظ وغضب ظاہر کریں گے برخلاف ان کے جنتیوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر دنیا کی زندگی میں ان اہل ایمان کے درمیان بربنائے بشریت اگر کوئی خفگی رنجش اور بدمزگی یا آپس کی غلط فہمی رہی ہوں گی تو آخرت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے سب دور کردی جائیں گی۔ ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں گے اور مخلص دوستوں اور بھائیوں کی حیثیت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں پہنچ جانے کے بعد نہ ایک کو دوسرے سے عداوت ہوگی اور نہ شکوہ شکایت کیونکہ رنج وغم اور شکوہ شکایت عیش کو مکدر کر دیتا ہے اور جنت میں تکدر کا نام ونشان نہ ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کبھی اس درجہ کے نیکوں میں بھی باہم رنجش وکدورت پیش آ جایا کرتی ہے کہ جو خدا کے نزدیک اصحاب الجنہ کا مصداق ہوتے ہیں اور ان کی اس باہمی رنجش سے اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ ان کی رنجش کی بنیاد حسد وطمع پر نہیں ہوتی بلکہ محض للہ اور فی اللہ ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی طرف سے طلب حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے ان سے جو خطاء اور غلطی ہوتی ہے وہ اجتہادی ہوتی ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اجتہاد کیا اور صواب کو پہنچا اس کو دو اجر ہیں اور جس نے اجتہاد میں غلطی کی اس کو ایک اجر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم قیامت کے دن انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ یعنی اہل جنت کی یہ کیفیت ہوگی کہ جو کچھ ان کے دلوں میں کسی معاملہ کیوجہ سے دنیا میں باقتضائے طبعی رنج وغبار تھا ہم اس کو بھی دور کریں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہونے کے لئے لپکیں گے تو اس کے دروازہ کے پاس ایک درخت پائیں گے

جس کے نیچے دو چشمہ جاری ہوں گے جس میں سے ایک چشمہ کا پانی وہ پئیں گے تو ان کے سینوں کا کینہ دور ہو جائے گا۔ دوسرے چشمہ سے وہ غسل کریں گے جس سے ان پر تازگی اور خوشحالی آ جائے گی۔

بعض علمائے مفسرین نے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ باوجودیکہ جنتیوں کے مدارج مختلف ہوں گے کوئی اعلیٰ درجہ میں ہوگا کوئی ادنیٰ درجہ میں مگر باایں ہمہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر حسد نہ ہوگا۔ ہر ایک اپنے درجہ میں خوش ہوگا اور سب ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخلاص رکھیں گے۔ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ اس بات پر نہ پھولیں گے کہ کام ہی ہم نے ایسے کئے تھے جن پر ہمیں جنت ملی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا۔ شکر اور احسان مندی بیان کریں گے اور غایت مسرت سے کہیں گے کہ یہ سب ہمارے رب کریم کا فضل واحسان ہے۔

اس کی توفیق وعنایت سے ہم کو ہدایت میسر ہوئی اگر اس کا فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو ہم یہاں کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اللہ جل شانہ کے برگزیدہ رسول ہمیں جو باتیں بتاتے تھے وہ سب سچ تھیں اور ہم سے جو وعدہ کرتے تھے وہ سب سچے تھے۔ گویا اہل ایمان دخول جنت کے بعد اول حق تعالیٰ کی نعمت ہدایت اور نعمت توفیق کا شکر ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرات انبیائے کرام ورسل کا ذکر کریں گے جو خدا اور بندوں کے درمیان میں واسطہ فی الہدایت اور واسطہ فی الانعام ہیں۔ الغرض اہل جنت میں پہنچ کر سب سے پہلے اسی کا اظہار کریں گے کہ محض حق تعالیٰ کی توفیق اور دستگیری سے اور پھر حضرات انبیائے کرام کی رہنمائی اور رہبری سے ہم کو یہ اعلیٰ مقام نصیب ہوا ورنہ ہم کہاں اور یہ مقام کہاں۔ اب جبکہ اہل جنت ان تمام نعمتوں اور کرامتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور ہدایت اور اس کے لطف وعنایت کا کرشمہ سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں گے اور اس کو اپنے اور عمل صالح کا ثمرہ نہیں سمجھیں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی جو کوئی فرشتہ ہوگا ندا دے گا کہ یہ جنت ہے جس کے تم اپنے عملوں کے عوض وارث بنائے گئے ہو۔ یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں رسولوں نے وعدہ کیا تھا اب تم اس کے مالک ہو گئے اور ایمان وعمل صالح کی برکت سے تم نے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اعمال کے سبب تم کو رحمت الٰہی ملی اور رحمت الٰہی کی وجہ سے جنت نصیب ہوئی یہ مطلب نہیں کہ محض اعمال صالحہ دخول جنت کے موجب ہیں کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یاد رکھو تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں جا سکتا مگر یہ کہ خدا مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ لے تو حاصل یہ کہ دخول جنت رحمت کے سبب ہوگا اور رحمت کے حصول کا سبب اعمال صالحہ ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور آخرت میں اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جو جنت میں پہنچ کر آپ کی حمد وثنا بیان کریں گے۔ یا اللہ آپ کی پاک جنت میں داخلہ بیشک آپ کے فضل وکرم ہی سے ہوگا۔ ہمارے اعمال اس لائق کہاں ہیں کہ جو ہم اپنے اعمال کی بدولت جنت میں پہنچنے کا وسوسہ بھی لا سکیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور آپ خوش ہو کر ہمارا داخلہ اپنی رضا کے مقام جنت میں فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

وَنَادٰٓى	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	اَصْحٰبَ النَّارِ	اَنْ	قَدْ وَجَدْنَا	مَا	وَعَدَنَا	رَبُّنَا	حَقًّا	فَهَلْ
اور پکاریں گے	جنت والے	دوزخ والوں کو	کہ	تحقیق ہم نے پالیا	جو	ہم سے وعدہ کیا	ہمارا رب	سچا	تو کیا

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم

وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

وَجَدْتُّمْ	مَا وَعَدَ	رَبُّكُمْ	حَقًّا	قَالُوْا	نَعَمْ	فَاَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ	بَيْنَهُمْ	اَنْ	لَعْنَةُ	اللّٰهِ	عَلَى
تم نے پایا	جو وعدہ کیا	تمہارا رب	سچا	وہ کہیں گے	ہاں	تو پکارے گا	ایک پکارنے والا	انکے درمیان	کہ	لعنت	اللہ	پر

نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا وہ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔

الظّٰلِمِيْنَ ۴۴ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۴۵

الظّٰلِمِيْنَ	الَّذِيْنَ	يَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَيَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَهُمْ	بِالْاٰخِرَةِ	كٰفِرُوْنَ
ظالم (جمع)	جو لوگ	روکتے تھے	سے	راستہ	اللہ	اور اس میں تلاش کرتے تھے	کجی	اور وہ	آخرت کے	کافر (جمع)

جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کا مکالمہ

جنتی جب جنت میں امن چین سے بیٹھ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے تو اہل جنت اور اہل دوزخ میں باہم گفتگو اور بات چیت ہوگی۔ اس کا بیان ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہار مسرت اور دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے پکار کر ان سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں جو مومن کافروں کو جانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے جس کامیابی۔ نجات وثواب کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ہم نے تو اس کو برحق پایا۔ وعدہ کے مطابق ہم کو سب کچھ مل گیا۔ اب تم اپنی کہو کہ جس عذاب وسزا سے خدا نے تم کو دنیا میں ڈرایا تھا تم نے بھی اس کو برحق پایا؟ اور وعید کے مطابق عذاب میں مبتلا ہوئے اور تمہارے رب نے جو تم سے کہا تھا وہ ٹھیک ٹھیک پورا ہوا یا نہیں؟۔ اس کے جواب میں دوزخی ندامت سے کہیں گے کہ ہاں وہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہو بہو وہی ہوا جو کہا گیا تھا ہم نے وعید کے مطابق عذاب پالیا۔ اہل دوزخ کا یہ جواب جس حسرت ومایوسی کا اظہار کرتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت بیرونی مصیبت اور اذیت اور دوسری طرف دلی رنج وکوفت، حسرت وندامت۔ آج یہ باتیں سوچ کر انسان کو ان سے بچنے کی جس طرح ہو سکے کوشش کرنی چاہئے ورنہ اگر خدانخواستہ آج اسے معمولی بات سمجھ کر اڑا دیا تو کل سر پر مصیبت آپڑنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جب یہ گفتگو ہو چکے گی تو ایک فرشتہ ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی ابدی لعنت واقع ہو چکی جو دنیا میں سچی باتوں سے دور بھاگتے تھے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ خدا کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا خدا کی ملاقات کو بھی نہیں مانتے تھے اس لئے بے پروائی سے برائیاں کرتے تھے اور آخرت کے انجام سے بالکل نڈر اور بے فکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے مکالمہ کی کیفیت کا ادراک عالم دنیا میں نہیں ہوسکتا

کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ جنت ایک عالم قدس کا نام ہے جو بالکل فضاء نور ہے اور دوزخ نام ہے ایک عالم تیرگی کا جو دار العذاب ہے اور ان دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوئی دنیا کے چھوٹے چھوٹے دو مکان تو ہوں گے نہیں کہ ایک کے رہنے والے دوسرے کے رہنے والوں کو پکار سکیں گے۔ پھر کس طرح اہل جنت اہل دوزخ کو پکار سکیں گے؟ تو یہ سمجھ لیجئے کہ دوزخ و جنت کی واقعی حقیقت ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکتی۔ ہم اس عالم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی جنت جس میں کروڑ ہا کروڑ مخلوق خلقت آدمؑ سے روز قیامت تک کی تمام آ جائے وعلیٰ ھذا اتنی بڑی دوزخ کہ ہزاروں لاکھوں برس کے کل کفار اور گنہ گار تمام کے تمام اس میں سما سکیں کہاں ہوگی یا کہاں ہے؟ پھر جنت کے لذائذ اور دوزخ کی تکالیف کی تفصیلی حالت بھی انسانی تجربہ اور مشاہد اور ادراک سے خارج ہے۔ اسی طرح اہل جنت کا اہل دوزخ کو پکارنا بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں جس طرح لذائذ جنت کی ترغیب کے لئے اور دوزخ کے انواع عذاب سے ڈرانے کے لئے قرآن پاک میں ترغیبی وترہیبی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمارے سمجھانے کے لئے بطور تمثیل وتشبیہ کھانے کے لئے انگور' سیب' انار' گوشت وغیرہ پینے کے لئے بہترین شربت' دودھ وشہد وغیرہ رہنے کے لئے سونے چاندی کے مکانات' موتیوں کے دروازے۔ مشک وعنبر کی سڑکیں خدمت کے لئے حور وغلمان۔ اور حکومت وتصرف کے لئے ادنیٰ اہل ایمان کے لئے اتنی بڑی سلطنت جو دنیا سے بھی بڑی ہو گی بیان فرمائی اور دوزخ کی حالت بطور تمثیل وتشبیہ انتہائی المناک کیفیات' سوزش آتش' سانپ بچھو کا کاٹنا' کانٹوں میں کھینچا جانا' زقوم اور پیپ لہو کی خوراک ملنا' کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جانا وغیرہ ظاہر فرمائی گئیں لیکن ان سب کی حقیقت کا اللہ ہی کو علم ہے یہ تمام چیزیں کیسی ہوں گی کیا کیفیات ہوں گی اور کیا حالت ہوگی بس بالکل یہی حالت اور کیفیت نداء کے ساتھ ہوگی اس کی تفصیل کہ یہ نداء کیسی ہوگی اسی آواز لہجہ اور طرز اداء اہل جنت کی ہوگی یا کسی اور طریقہ سے قریب سے پکاریں گے یا دور سے اور دوزخی ان کی آواز کس طرح سنیں گے باوجود دوزخ کے شور اور چیخ وپکار کے اور باوجود ہولناک عذاب میں مبتلا ہونے کے وہ جواب بھی دے سکیں گے اور وہ آواز اہل جنت تک پہنچ جائے گی یہ تمام واقعات اور کیفیات انسانی ادراک کی حد سے خارج ہیں کیونکہ یہ عالم دنیا اور ہے اور وہ عالم آخرت اور ہے۔

دعا کیجئے

مولائے کریم اپنے کرم سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور جنت کی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمادیں اہل دوزخ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور عذاب نار سے ہم کو بچالیں۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمادے کہ جو آپ کی خوشنودی اور رضا کا باعث ہوں اور ان اعمال وافعال سے بچالے کہ جو آپ کے غضب اور غصہ کا باعث ہوں۔

یا اللہ یہ آپ ہی کی تائید اور توفیق سے ممکن ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین ۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا

وَبَيْنَهُمَا	حِجَابٌ	وَ	عَلَى	الْأَعْرَافِ	رِجَالٌ	يَعْرِفُونَ	كُلًّا	بِسِيمَاهُمْ	وَنَادَوْا
اور انکے درمیان	ایک حجاب	اور	پر	اعراف	کچھ آدمی	پہچان لیں گے	ہر ایک	انکی پیشانی	اور پکاریں گے

اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	اَنْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	لَمْ يَدْخُلُوْهَا	وَهُمْ	يَطْمَعُوْنَ	وَاِذَا	صُرِفَتْ
جنت والے	کہ	سلام	تم پر	وہ اس میں داخل نہیں ہوئے	اور وہ	امیدوار ہیں	اور جب	پھریں گی

پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امید وار ہوں گے۔اور جب انکی نگاہیں

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ

اَبْصَارُهُمْ	تِلْقَآءَ	اَصْحٰبِ النَّارِ	قَالُوْا	رَبَّنَا	لَا تَجْعَلْنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ	وَنَادٰى	اَصْحٰبُ
انکی نگاہیں	طرف	دوزخ والے	کہیں گے	اے ہمارے رب	ہمیں نہ کر	ساتھ	لوگ	ظالم (جمع)	اور پکاریں گے	والے

اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں

الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾

الْاَعْرَافِ	رِجَالًا	يَعْرِفُوْنَهُمْ	بِسِيْمٰهُمْ	قَالُوْا	مَآ اَغْنٰى	عَنْكُمْ	جَمْعُكُمْ	وَمَا	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ
اعراف	کچھ آدمی	وہ انہیں پہچان لیں گے	انکی پیشانی سے	وہ کہیں گے	نہ فائدہ دیا	تمہیں	تمہارا جتھا	اور جو	تم تکبر کرتے تھے

کو جن کو کہ انکے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔کیا یہ وہی ہیں جنکی نسبت

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

اَهٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ	اَقْسَمْتُمْ	لَا يَنَالُهُمُ	اللّٰهُ	بِرَحْمَةٍ	اُدْخُلُوا	الْجَنَّةَ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْكُمْ	وَلَا	اَنْتُمْ	تَحْزَنُوْنَ
کیا اب یہ وہی	وہ جو کہ	تم قسم کھاتے تھے	انہیں نہ پہنچائے گا	اللہ	اپنی کوئی رحمت	تم داخل ہو جاؤ	جنت	نہ	کوئی خوف	تم پر	اور نہ	تم	غمگین ہو گے

تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا' انکو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے۔

اعراف اور اہل اعراف: گذشتہ آیات میں اہل جنت و اہل دوزخ کے درمیان جو گفتگو واقع ہوگی اس کا ذکر ہوا تھا۔اب جنت و دوزخ کے درمیانی درجہ "اعراف" کا بیان ہو رہا ہے اسی لفظ سے اس سورۃ کا نام بھی سورۂ اعراف رکھا گیا ہے۔جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل حجاب ہوگا تا کہ جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہو۔اس حجاب کو دیوار سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو "اعراف" کہتے ہیں۔"اعراف" پر کھڑے ہونے والے یعنی اصحاب اعراف کون لوگ ہیں اس کے بارہ میں تقریباً بارہ اقوال نقل کئے گئے ہیں لیکن علمائے محققین کے نزدیک راجح وہی قول ہے جو

حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف وخلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہوں گے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی ہوں گے اور جن کے حسنات وسیئات یعنی نیکیاں وبدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہیں کہ اول فیصلہ میں نہ جنت کے لائق ہوں گے اور نہ دوزخ کے لائق کیونکہ ان کی میزان میں نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی پس برائیوں نے تو جنت میں داخل ہونے سے روکا اور نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے روکا۔ پس وہ اعراف پر یعنی جنت و دوزخ کے درمیان ٹھہرائے جائیں گے۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں داخل ہو جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب گناہ گار مومنین جن کی بدیاں غالب تھیں جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہوں گے تو اصحاب اعراف جن کی برائیاں اور نیکیاں برابر ہیں وہ ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں۔ یہ اصحاب اعراف اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدرونقی سے یہ اصحاب اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے اس لئے اس کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار حق تعالیٰ پوری فرما دیں گے۔ تاہم جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف ورجا کے بیچ میں ہوگی۔ جنتیوں کی طرف دیکھیں گے تو امید کریں گے دوزخیوں پر نظر پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ الٰہی ان کے ساتھ ہمیں شامل نہ کیجیو۔ پھر اہل اعراف جن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے تھے جب ان کو دوزخ میں دیکھیں گے تو علامات اور چہرہ کی حالت دیکھ کر شناخت کر لیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ چڑھ کر شیخیاں مارتے تھے وہ اب کیا ہوئیں۔ وہ تمہارا لاؤلشکر' نوکر چاکر' حالی ومددگار' جاہ وجلال جس پر تم گھمنڈ کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور عذاب خداوندی سے تم کو بالکل نہ بچا سکا؟ پھر اہل جنت کی طرف اشارہ کر کے ان دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے ضعیف الحال مساکین جن کو تم دنیا میں حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہو سکتی ہے تو دیکھ لو ان سے تو کہہ دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ اب گذشتہ کا ان کو غم اور نہ آئندہ کا خوف حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

دنیا کا سلام اور آخرت کا سلام

یہاں بتلایا گیا کہ اہل اعراف اہل جنت کو آواز دے کر کہیں گے سلام علیکم یہ لفظ دنیا میں بھی اہل اسلام میں باہمی ملاقات کے وقت بطور تحفہ اور اکرام کے بولا جاتا ہے۔ اور مسنون ہے اور بعد موت کے قبروں کی زیارت کے وقت بھی اور پھر محشر اور جنت میں بھی لیکن آیات اور روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تو السلام علیکم کہنا مسنون ہے اور اس دنیا سے گزرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلام علیکم کا لفظ مسنون ہے۔ زیارت قبور کے لئے جو کلمہ قرآن میں مذکور ہے وہ بھی سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ آیا ہے اور فرشتے اہل جنت کا استقبال کریں گے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ الغرض اہل اسلام کے لئے بوقت ملاقات ورخصت یہ نہایت متبرک الفاظ ہیں مگر اب ان الفاظ کی بجائے جناب عالی! آداب عرض وغیرہ الفاظ اکثر نے تجویز کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ وفہم عطا فرما دیں۔ اور اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: یا اللہ دوزخ جو سراسر خوف وغم اور دکھ ودرد کی جگہ ہے اس سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور ظالموں میں شامل ہونے سے دنیا میں بھی بچایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ یا اللہ کبر وغرور سے اپنے کو بڑا سمجھنا اور ضعیف مسکین ایمانداروں کو حقیر جاننا جو کافرانہ خصلت ہے اس سے ہمیں بچایئے اور ہمارے قلوب کو اس ناپاک خصلت سے پاک رکھئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ

وَنَادٰى	اَصْحٰبُ النَّارِ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	اَنْ	اَفِيْضُوْا	عَلَيْنَا	مِنَ	الْمَآءِ	اَوْ	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ
اور پکاریں گے	دوزخ والے	والے	جنت	کہ	بہاؤ (پہنچاؤ)	ہم پر	سے	پانی	یا	اس سے جو	تمہیں دیا	اللہ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَهُمَا	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ	لَهْوًا	وَّلَعِبًا	وَّغَرَّتْهُمُ
کہیں گے	بیشک	اللہ	اسے حرام کردیا	پر	کافر (جمع)	وہ لوگ جو	اُنہوں نے بنالیا	اپنا دین	کھیل	اور کود	اور انہیں دھوکہ میں ڈال دیا

اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کیلیے بندش کر رکھی ہے جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	فَالْيَوْمَ	نَنْسٰىهُمْ	كَمَا نَسُوْا	لِقَآءَ	يَوْمِهِمْ	هٰذَا	وَ	مَا كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ
زندگی	دنیا	پس آج	ہم اُنہیں بھلا دینگے	جیسے انہوں نے بھلایا	ملنا	انکا دن	یہ-اس	اور	جیسے - تھے	ہماری آیتوں سے	وہ انکار کرتے تھے

سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اِس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

دوزخیوں کی نامنظور درخواست

گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو دوزخیوں سے کلام کریں گے اور سوال کریں گے کہ ہم نے تو اللہ کا وعدہ سچا پایا کیا تم نے بھی سزا اور عذاب کا وعدہ جو تم سے اللہ نے کیا تھا پورا پایا۔ اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ ہاں وہ واقعی بالکل سچ تھا۔ اس کے بعد اعراف والے جو گفتگو جنت اور دوزخ والوں سے کریں گے اس کا بیان ہوا تھا۔ اب آخر میں اس کا ذکر ہے کہ دوزخ والے جنتیوں سے کیا کہیں گے؟ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ دوزخی دوزخ میں سے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے بدن اس آگ میں جل رہے ہیں۔ گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہے تم ہمارے اوپر تھوڑا سا جنت کا پانی بہادو اور اللہ نے راحت و آرام کے سامان جو تمہیں عطا کئے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔ جنت والے اس کے جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے جنت کے کھانے اور پانی کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ یہاں تو اللہ عزوجل نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ دنیا میں جن لوگوں نے اللہ کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ اللہ نے مقرر کیا تھا اس کو کچھ وقعت نہ دی کھیل کود ناچ گانے سیر و تفریح کو شغل زندگی قرار دیا۔ اصل دین کو کھیل کود بنا دیا۔ دنیا کے دھندوں میں ایسے پھنسے کہ آخرت کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ان کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور جس طرح انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تھا آج اللہ تعالیٰ بھی ان کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا قسم قسم کی راحتیں تیرے لئے مہیا نہیں کی تھیں؟ وہ بندہ

عرض کرے گا پروردگار بیشک یہ سب باتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے مجھ سے ملنے کا یقین تھا؟ بندہ عرض کرے گا یہ بات تو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج ہم بھی تجھے ایسا ہی بھول جائیں گے جیسا تو ہم کو بھولا تھا۔

جہنمیوں کی کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے اس دن یعنی روز قیامت کے ملنے کو بھلا دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ تو فراموشی اور نسیان سے پاک ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح روز قیامت کو وہ لوگ بھول گئے تھے کوئی عمل خیر نہ کرتے تھے اور قیامت کے لئے انہوں نے کوئی تیاری نہ کی تھی اور اللہ کے احکام کا انکار کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بھوکا پیاسا دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور جس طرح بھولنے والا بھولے ہوئے کی مدد نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کی کوئی دستگیری نہیں کریں گے اور ان کی فریاد نہ سنیں گے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

کافروں کی دو صفات

یہاں اہل جنت نے کافروں اور دوزخیوں کی دو خصوصی صفات بیان کیں جن کی وجہ سے جنت کی ہر چیز ان پر حرام کر دی جائے گی۔ ایک صفت تو یہ بیان کی کہ ان دوزخیوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا۔ دوسری صفت یہ بیان کی کہ جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اب اسلام کا دعویٰ کرنے والے بھی ذرا گریبان میں منہ ڈال کر غور کر لیں کہ خدانخواستہ یہ صفات ہم میں تو نہیں۔ ہم نے تو اپنے دین کو کھیل وتماشہ نہیں بنا رکھا؟ اور دنیوی زندگی نے ہم کو تو فریب میں نہیں ڈالا کہ آخرت کو بھول گئے ہوں یا آخرت کی طرف سے غفلت میں ہوں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچاویں اور ہم کو آخرت کا سچا یقین اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرماویں۔ دنیا میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہیں یہ آخرت کے فکر کے ساتھ ہم استعمال کرنے والے ہوں۔ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور اصحاب الجنہ میں ہمارا شامل ہونا مقدر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

وَ	لَقَدْ جِئْنٰهُمْ	بِكِتٰبٍ	فَصَّلْنٰهُ	عَلٰى	عِلْمٍ	هُدًى	وَّرَحْمَةً	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ
اور	البتہ ہم لائے انکے پاس	ایک کتاب	ہم نے اسے تفصیل سے بیان کیا	پر	علم	ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	جو ایمان لائے ہیں

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جسکو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کردیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	تَاْوِيْلَهٗ	يَوْمَ	يَاْتِيْ	تَاْوِيْلُهٗ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	نَسُوْهُ	مِنْ قَبْلُ	قَدْ جَآءَتْ
کیا	وہ انتظار کررہے ہیں	مگر (یہی کہ)	اسکا کہنا پورا ہو جائے	جس دن	آئے گا	اسکا کہا ہوا	کہیں گے	وہ لوگ جو	انہوں نے بھلادیا	پہلے سے	بیشک لائے

لے آئے تھے ہیں۔ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اسکے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اسکا اخیر نتیجہ پیش آوے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ

رُسُلُ	رَبِّنَا	بِالْحَقِّ	فَهَلْ	لَّنَا	مِنْ	شُفَعَآءَ	فَيَشْفَعُوْا	لَنَآ	اَوْ نُرَدُّ	فَنَعْمَلَ	غَيْرَ + الَّذِيْ
رسول (جمع)	ہمارا رب	حق	تو کیا ہیں	ہمارے لئے	کوئی	سفارش کرنیوالے	کہ سفارش کریں	ہماری	یا ہم لوٹائے جائیں	سو ہم کریں	اس کے خلاف جو

گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تا کہ ہم لوگ

كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾

كُنَّا نَعْمَلُ	قَدْ خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ
ہم کرتے تھے	بیشک نقصان کیا انہوں نے	اپنی جانیں	اور گم ہو گیا	ان سے	جو	وہ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)

ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا۔

دعوت قرآنی

حقیقت میں سارے قرآن کریم میں اسی بات کا سمجھانا مقصود ہے کہ آدمی اگر اپنی بہتری چاہتا ہے تو اسے اسی راستہ پر چلنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ مقرر کیا ہے۔ سب سے آخری رسول نبی آخرالزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نے اس کو خوب واضح کر کے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر سمجھانے کے ہر طریقہ سے اچھی طرح سمجھا دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے کہنے کے مطابق چلنے والوں کو جنت ملے گی اور اس کے خلاف چلنے والوں کو دوزخ میں رہنا ہوگا۔ تو جب اللہ تعالیٰ جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان فرما چکے جس کو سن کر ثواب کی طمع اور عذاب کا خوف ایک سعید دل رکھنے والے کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ حصول نجات کے طریقہ کا متجسس اور اس طرز زندگی کا جویا ہوتا ہے جس پر چل کر فلاح اخروی اس کا حاصل ہو جائے اس لئے اب اس فلاح اخروی کے حصول کا راستہ بتایا جاتا ہے اور ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ ایمان اور دعوت عمل دینے کے لئے قرآن نازل کر دیا اور قرآن میں تمام عقائد' احکام' وعظ و نصیحت' وعدہ و وعید وغیرہ کھول کر بیان کر دیئے۔ حق و باطل کی واضح تمیز کر دی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم و دانست کے موافق کیا۔ کسی کو اس کی صداقت میں شک و شبہ نہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو دانستہ اپنے علم

کے بموجب نازل کیا اور جو ضوابط و احکام، قوانین و قواعد، اخبار و واقعات بشارت و انذار، امثال و قصص جو اللہ کے علم میں صادق اور صحیح اور مناسب تھے ان کو کھول کر بیان کر دیا۔

خواہش پرست لوگوں کا رویہ

اب جن کے دلوں میں نور فطرت ہے اور طبیعت ایمانیہ رکھتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن عین ہدایت و مجسم رحمت ہے وہ اس کی برکتوں سے حصہ پاتے ہیں اور اس کی کسی بات میں شک نہیں لاتے۔ لہذا اہل مکہ و دیگر کل منکرین کو اس پر ایمان لانا اور اس کو سچ جاننا اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ مگر جو شقی ازلی اور کور باطن ہیں ان کو خدا کے اس نوشتہ اور اس کے رسول پر یقین نہیں آتا اور ان بدنصیبوں کو جن کے دلوں کو حب مال و جاہ اور خواہش لذائذ جسمانیہ نے دنیا پر مائل و فریفتہ کر رکھا ہے ان کے کان اس کا سننا بھی پسند نہیں کرتے اور یہ جنت کی نعمتیں اور عیش و نشاط کے سامان چھوڑ کر کسی اور جگہ میں جانا اور وہاں اپنے اعمال کی سزا پانا اور پھر وہاں ہمیشہ رونا پیٹنا، نعمتوں کی جگہ زقوم لہو اور پیپ کا کھانا، سرد پانی کی جگہ کھولتا پانی پینا اور دہکتی ہوئی آگ میں جلنا۔ سانپ اور بچھوؤں کا ڈسنا پسند کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں تو کب یقین لاتے ہیں بلکہ یہی کہنے لگتے ہیں کہ جب دیکھیں گے تو مانیں گے۔ ایسی خیالی باتیں اور ڈراوے سنا ہی کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ اس طرح نہ مانیں گے قرآن کے وعدہ و وعید کو سچ نہ جانیں گے یہ تو وعدہ و وعید کے آخری نتیجہ کے واقع ہو جانے کے منتظر ہیں کہ جب قیامت ہو جائے اور قرآن کے اندر جو وعدہ وعید بیان کی گئی ہیں وہ واقع ہو جائیں اور غیب سے شہود کا درجہ حاصل ہو جائے تو ایمان لائیں گے حالانکہ جس روز اس کے وعدہ و وعید کی تکمیل اور نتیجہ ظاہر ہو جائے گا تو پھر ایمان لانا ہی کیا فائدہ دے گا۔ اس وقت کوئی پشیمانی سودمند نہ ہوگی۔ جن لوگوں نے پہلے سے دنیا میں اس کو نہ مانا تھا۔ اس پر عمل نہ کیا تھا۔ اور طاق نسیان پر رکھ دیا تھا اس وقت وہ قائل ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے جو کچھ احکام و ہدایت و اخبار قیامت بیان کئے تھے وہ سب برحق تھے۔ بڑی غلطی ہوئی کہ ہم نے ان کے کہے کو نہ مانا اور نہ اس پر عمل کیا۔ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کو نجات و رہائی کی فکر ہوگی اور جب کوئی صورت نظر نہ آئے گی تو یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں کوئی ایسی بے چین کرنے والی آفت سے بچا لیتا اور بارگاہ رب العزت میں ہماری کوئی سفارش کر دیتا یا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تاکہ ہم نیک کام کر کے دکھاتے اور اپنے اعمال کو درست کرتے۔ اور اسباب سعادت حاصل کرتے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روز یہ تمنا فضول ہوگی وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر چکے اور خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال چکے۔ وہ دنیا کا موقع کھو چکے اب اس کا موقع کہاں اب تو اپنے کرتوتوں سے اپنی جان پھنسا چکے اور اپنا ناس کر چکے۔ آج ان کے کام وہ جھوٹی باتیں جو دنیا میں تراشتے تھے بالکل نہ آئیں گی اور سوا اندوہ و غم یاس و حرمان کے ان کو کچھ نہ ملے گا۔ دنیا میں یہ جو کچھ اللہ پر افترا بندی کرتے تھے اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں جن کو شریک کرتے تھے اور جن باتوں کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے وہ سب کچھ کھویا گیا ہوگا اور کسی طرح اصلاح حالت ممکن نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ جو نیک و بد اس قرآن نے بتلایا اور جس حق و باطل کی نشاندہی فرمائی ہے وہ ہمارے دلوں میں بٹھا دے تاکہ یہ قرآن دونوں جہاں میں ہمارے لئے رحمت و برکت کا سبب ہو۔ ہماری مغفرت و نجات کا باعث ہو۔

اے اللہ قیامت کی پشیمانی اور رسوائی سے ہم کو اس قرآن کی حرمت و بزرگی کے طفیل میں بچا لیجئے۔ دنیا میں ہم کو اس پر عمل کرنے والا بنا دیجئے اور اس کی مخالفت سے بچا لیجئے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو اپنی رحمت سے قرآنی حکومت عطا فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ قف

اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	فِيْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ
بیشک	تمہارارب	اللہ	وہ جو۔جس	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اورزمین	میں	چھ	دن	پھر	قرار فرمایا	پر	عرش

بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا چھپا دیتا ہے

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ ط

يُغْشِي	الَّيْلَ	النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ	حَثِيْثًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	وَالنُّجُوْمَ	مُسَخَّرٰتٍ	بِاَمْرِهٖ
ڈھانکتا ہے	رات	دن	اسکے پیچھے آتا ہے	دوڑتا ہوا	اور سورج	اور چاند	اور ستارے	مسخر	اس کے حکم سے

شب سے دن کوایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اسکے حکم کے تابع ہیں

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

اَلَا	لَهُ	الْخَلْقُ	وَالْاَمْرُ	تَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ
یادرکھو	اسکے لئے	پیدا کرنا	اور حکم دینا	برکت والا ہے	اللہ	رب	تمام جہان

یادرکھو اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق ہونا اور حکم دینا بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

معرفت الٰہیہ کا طریقہ

دنیا میں اپنے رب کو پہچان لینے کا کیا طریقہ ہے کہ جس سے اس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہوتا کہ اس کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار بنیں اور اس کی ذات پر ایمان لاکر آخرت کے عذاب سے بچیں۔ مشرکین عرب چونکہ دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے اس لئے اس رکوع میں قدرت وتصرفات الٰہیہ کا بیان ہوا ہے جس کو زمین وآسمان کی پیدائش سے شروع کر کے بارش کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں پس اسی طرح مردہ انسان بھی قدرت الٰہیہ سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

معبود فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے

قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ''توحید ربوبیت'' سے ''توحید الوہیت'' پر استدلال کیا کرتا ہے یعنی جب خالق اور رب صرف ایک ہے تو معبود بھی اس کے سوا کسی اور کو نہیں بنانا چاہئے۔ پس اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کا پیدا کرنے والا اور اسی کے حکم وقدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہیں کہ تدبیر وانتظام کی دوسری قوتیں بھی موجود ہوں جیسا کہ مشرکین عرب کا خیال تھا یا جیسا اب بھی منکرین کا خیال ہے۔ پس اسی کی بادشاہت کائنات ہستی میں نافذ ہے کیونکہ وہی خالق ہے۔ وہی مدبر ہے۔ تمام عالم ہستی اسی کے تحت جلال کے آگے جھکی ہوئی ہے تو جب یہ ذاتی وصفاتی کمالات اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو عبادت اور طلب حاجت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور اس کی قدرت کے کرشموں اور نمونوں کو پیش نظر رکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کس طرح ممکن ہے؟

حاصل مطلب یہ ہوا کہ آسمان' زمین' رات' دن' چاند سورج اور ستاروں کو دیکھو اور سوچو کہ اس سارے عالم کا انتظام کس قدر قاعدے اور قرینے کے ساتھ قائم ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ یونہی ہو گیا نہیں کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوتی۔ ان ساری چیزوں کا بنانے والا ان کو ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا اور ان کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانے

والا اللہ ہے جس کو ہم اس جسمانی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے۔ مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے۔ یہ سارے آسمان اور زمین اسی کے بنائے ہوئے مادہ سے ایک مدت میں بنے اور اپنی اپنی جگہ قائم ہوئے۔

آسمان وزمین کی پیدائش کا وقت

اس آیت میں اور قرآن پاک میں چھ جگہ اور بتلایا گیا کہ یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔ اب مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں آیت میں چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں۔ جہاں کہ ایک ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ سورۂ حج میں ارشاد ہے وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے اس حساب سے جو تم لوگ لگاتے ہو) بہر حال مقصود یہ ہوا کہ آسمان اور زمین دفعتاً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال اور صورتوں میں منتقل کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن میں جو دنیا کے حساب سے عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہوں جیسا کہ آج بھی انسان اور حیوانات و نباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

استواء علی العرش کا معنی

اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان وزمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ آیت میں ہے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا) یہ جملہ متشابہات میں سے ہے جس کے مفہوم و مطلب میں مختلف پہلو موجود ہیں اور اس کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکلتے ہیں مگر جو حقائق اور مطالب انسانی حواس سے ادراک نہیں کئے جا سکتے اور عقل و شعور میں پوری طرح نہیں آ سکتے تو ان کے لئے پیرایۂ بیان تشبیہ و مجاز کا اختیار کیا جاتا ہے تا کہ کسی درجہ میں انسانی عقل و فہم کے لئے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ متشابہات گو خلاف عقل نہیں مگر پوری طرح اپنی حقیقت اصلی کے ساتھ عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے۔ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کو بھی اسی طرح سمجھئے عرش کے معنیٰ تخت و بلند مقام کے ہیں اور استوا کے معنیٰ ٹھہرنے کے ہیں۔ قرون ثلثہ اور ائمہ اربعہ اور تمام محدثین و جمہور مفسرین اہل سنت والجماعت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ وہ عرش پر مستوی یعنی ٹھہرا ہوا ہے اور وہ ٹھہرنا ایسا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جس کی کیفیت و حقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس زندگی میں اپنی اطاعت کاملہ کی ہم کو توفیق عطا فرما۔

یا اللہ اپنی خالقیت و حاکمیت پر ہم کو یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس اور تکبیر و تہلیل کی توفیق دائمی عطا فرما۔

یا اللہ آپ کی مخلوقات آسمان، زمین، چاند، سورج ستارے وغیرہ کو دیکھ کر آپ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی معرفت ہم کو نصیب ہو جس سے آپ کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور آپ سے صحیح و قوی تعلق پیدا ہو اور آپ کی ربوبیت والوہیت پر ہم کو ایمان کامل نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝٥٥ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ

ادْعُوا	رَبَّكُمْ	تَضَرُّعًا	وَّخُفْيَةً	إِنَّهُ	لَا يُحِبُّ	الْمُعْتَدِينَ	وَ	لَا تُفْسِدُوا	فِي الْأَرْضِ
پکارو	اپنے رب کو	گڑگڑا کر	اور آہستہ	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا	حد سے گزرنے والے	اور	نہ فساد مچاؤ	زمین میں

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو عاجزی ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ اور دنیا میں بعد اسکے کہ اس کی

بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝٥٦

بَعْدَ	إِصْلَاحِهَا	وَادْعُوهُ	خَوْفًا	وَطَمَعًا	إِنَّ	رَحْمَتَ	اللَّهِ	قَرِيبٌ	مِنَ	الْمُحْسِنِينَ
بعد	اسکی اصلاح	اور اسے پکارو	ڈرتے	اور امید رکھتے	بیشک	رحمت	اللہ	قریب	سے	احسان (نیکی) کرنیوالے

درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

دعاء

گذشتہ آیت میں بتلایا گیا کہ یہ آسمان، زمین اور کائنات اس سب کا بنانے والا اللہ ہے اور وہی تمام عالم کا رب ہے اور تمام کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے کوئی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ تو جب وہی خالق مطلق اور رب العالمین ہے اور وہی سب کا کارساز ہے اور اسی میں تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہی قدرت کاملہ کا مالک ہے تو اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی کے سامنے گڑگڑا کر نہایت عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اس سے دعاء کیا کرو۔ لفظ دعا عربی زبان میں کسی کو حاجت روائی کے لئے پکارنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور مطلق یاد کرنے کے معنیٰ میں بھی اور یہاں دونوں معنیٰ مراد ہو سکتے ہیں پہلی صورت میں یہ معنیٰ ہوں گے کہ اپنی حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور دوسری صورت میں یہ کہ ذکر عبادت صرف اسی کی کرو اور یہ دونوں تفسیر سلف صالحین ائمہ تفاسیر سے منقول ہیں۔

دعاء کے دو اہم آداب

ادْعُوا رَبَّكُمْ (یعنی پکارو اپنے رب کو اپنی حاجات کے لئے) ارشاد فرمانے کے بعد دعاء کے دو اہم آداب ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً تضرع کے معنیٰ عجز و انکساری اور اظہار تذلل کے ہیں اور خفیہ کے معنیٰ پوشیدہ چھپا ہوا چپکے چپکے یعنی دعاء کے لئے پہلی ضروری ہدایت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز و انکساری اور تذلل کا اظہار کر کے دعاء کرے یعنی الفاظ دعاء بھی عجز و انکساری کے ہوں۔ لب و لہجہ بھی تواضع اور انکساری کا ہو۔ ہیئت دعا مانگنے کی بھی عجز و انکساری کی ہو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ دعاء آہستہ اور خفیہ مانگنا بہتر افضل اور قرین قبول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعاء میں اخفاء بہ نسبت جہر کے اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر میں سورۂ مریم سولہویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا یعنی آہستہ اور چپکے سے۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ آمین ایک دعاء ہے اور سب کو معلوم ہے کہ دعاء کا آہستہ اور خفیہ کرنا بہتر ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہنا بہتر ہے۔ اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کیونکہ دعاء میں اخفاء اقرب الی الادب ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ اور پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے۔ سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر و دعاء میں بڑا مجاہدہ کرتے تھے اور اکثر اوقات مشغول رہتے تھے۔ مگر کوئی انکی آواز نہ سنتا تھا۔ بلکہ ان کی دعائیں صرف ان کے اور ان کے رب کے درمیان میں رہتی تھیں۔ ان میں سے بہت سے حضرات پورے قرآن کے حافظ ہوتے تھے اور تلاوت کرتے رہتے تھے مگر کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی تھی۔ بعض لوگ بڑے فقیہ ہوتے تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہ ہوتا تھا۔ بہت

سے حضرات اپنے اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں رہنے والے مہمانوں کو اس کا شعور بھی نہ ہوتا اور فرمایا کہ ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ تمام عبادات جن کو وہ پوشیدہ کر کے ادا کر سکتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اس کو ظاہر کر کے ادا کرتے ہوں۔ان کی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔

حد سے آگے نہ بڑھو

الغرض آداب دعا میں تضرع اور خفیہ فرما کر آگے ارشاد فرمایا۔ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔حد سے آگے بڑھنا خواہ دعاء میں ہو یا کسی دوسرے عمل میں سب کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دین اسلام نام ہی حدود و قیود کی پابندی اور فرمانبرداری کا ہے۔نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ اور تمام معاملات وعبادات میں حدود شرعیہ سے تجاوز کیا جائے تو وہ بجائے عبادت کے گناہ بن جاتے ہیں۔دعا میں حد سے تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک یہ کہ دعا میں لفظی تکلفات قافیہ وغیرہ کے اختیار کئے جائیں جس سے خشوع وخضوع میں فرق پڑے دوسرے یہ کہ دعا میں غیر ضروری شرطیں لگائی جائیں۔تیسری صورت تجاوز کی یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے بددعا کرے یا کوئی ایسی چیز مانگے جو عام لوگوں کے لئے مضر ہو اسی طرح ایک صورت حد سے تجاوز کی یہ بھی ہے جو اس جگہ مذکور ہے کہ دعاء میں بلاضرورت بلند آواز کی جائے۔دعا میں ایسی باتیں طلب کرنا جو عقلاً محال ہوں یا شرعاً محال ہوں یا عادت کے خلاف ہوں یا معاصی اور گناہ کی باتیں ہوں یہ سب بھی دعا میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

فساد نہ مچاؤ

حکم دعاء اور آداب دعا اور ممنوعات دعاء کے بعد ارشاد ہوا وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنی زمین میں فساد اور خرابی پیدا مت کرو بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی درستی فرما دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے احکام وفرامین نازل کر دیئے۔اپنی کتاب اور ہدایتیں بھیج کر زمین کی اصلاح اور درستی کی صورت ظاہر کر دی۔تو اب اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعہ فساد نہ مچاؤ اور خرابی پیدا نہ کرو اور کفر وشرک سے تباہی نہ پھیلاؤ اگر انسان اسی قانون پر چلا جو اس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تو اس کے لئے زمین کی حالت سنوری رہے گی اور اگر اس نے خلاف ورزی کی تو وہ اپنے لئے زمین کی حالت بگاڑ لے گا۔معلوم ہوا کہ اللہ کے قانون پر چلنا زمین کے لئے اصلاح ہے اور اس کے قانون سے ہٹنا زمین کے اوپر فساد کا باعث ہوگا۔گویا خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہی کا دوسرا نام فساد باطنی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر گناہ اور خدا تعالیٰ سے غفلت اور اس کی ہر نافرمانی دنیا میں نہ صرف فساد باطنی پیدا کرتی ہے بلکہ ظاہری فساد بھی اس کا لازمی ثمرہ ہے۔

امید وخوف کے ساتھ دعا مانگو

جب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات خالق مالک اور حاکم ٹھہری تو پھر یہ ہدایت دی جاتی ہے وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ یعنی تمہیں خوف ہو تو اللہ سے ہو اور تمہاری امیدیں بھی اگر کسی سے وابستہ ہوں تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہوں گویا اللہ کو پکارو تو اس احساس کے ساتھ پکارو کہ تم اگر فلاح وسعادت کو پہنچ سکتے ہو تو صرف اس کے کرم۔اس کی مدد اس کی رہنمائی سے ورنہ جہاں تم اس کی تائید وتوفیق اور اعانت سے محروم ہوئے تو پھر نامرادی کے سوا دوسرا کوئی انجام نہیں۔اخیر میں یہ بھی بتلا دیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ کہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہونے کے لئے محسن یعنی نیک عمل ہونا درکار ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم آپ کو اپنا خالق' رازق وحاکم اور معبود حقیقی سمجھ کر آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر معاملہ میں ہم آپ ہی کو کارساز اور اپنا حاجت روا سمجھیں۔ یا اللہ ہمیں عجز وزاری کے ساتھ خفیہ دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں کے گروہ میں شامل فرما اور اپنی رحمت کو ہر آن اور ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

وَهُوَ	الَّذِيْ	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ	بُشْرًا	بَيْنَ يَدَيْ	رَحْمَتِهٖ	حَتّٰٓى	اِذَآ	اَقَلَّتْ	سَحَابًا	ثِقَالًا
اور وہ	جو۔جس	بھیجتا ہے	ہوائیں	بطور خوشخبری	آگے	اپنی رحمت (بارش)	یہاں تک کہ	جب	اُٹھالائیں	بادل	بھاری

اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

سُقْنٰهُ	لِبَلَدٍ	مَّيِّتٍ	فَاَنْزَلْنَا	بِهِ	الْمَآءَ	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	مِنْ	كُلِّ الثَّمَرٰتِ	كَذٰلِكَ	نُخْرِجُ
ہم نے انہیں ہانک دیا	کسی شہر کی طرف	مُردہ	پھر ہم نے اُتارا	اس سے	پانی	پھر ہم نے نکالا	اس سے	سے	ہر پھل	اسی طرح	ہم نکالیں گے

تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مُردوں

الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ

الْمَوْتٰى	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَالْبَلَدُ	الطَّيِّبُ	يَخْرُجُ	نَبَاتُهٗ	بِاِذْنِ	رَبِّهٖ	وَالَّذِيْ	خَبُثَ
مُردے	تاکہ تم	غور کرو	اور زمین	پاکیزہ	نکلتا ہے	اس کا سبزہ	حکم سے	اس کا رب	اور وہ جو	ناپاکیزہ (خراب)

کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار

لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾

لَا يَخْرُجُ	اِلَّا	نَكِدًا	كَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّشْكُرُوْنَ
نہیں نکلتا	مگر	ناقص	اسی طرح	پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	لوگوں کیلئے	وہ شکر ادا کرتے ہیں

بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے کرشمے

ان آیات میں اپنی قدرت و حکمت کی ایک واضح مثال دی جاتی ہے اور اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرمایا جاتا ہے تاکہ لوگ معلوم کر لیں اور سمجھ لیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہوائیں چلانا' مینہ برسانا' قسم قسم کے پھل پھول پیدا کرنا' ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔ اسی ذیل میں مردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا اس طرح کہ کوئی زمین خشک بے آب و گیاہ ہو۔ زمین کی زندگی فنا ہو چکی ہو شادابی اور سرسبزی جو زمین کی زندگی کے علامات اور آثار ہیں معدوم ہو چکے ہوں تو خدا تعالیٰ بارش ہونے سے قبل اس سمت کو خوش گوار ہوائیں چلاتا ہے جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بارش ہونے والی ہے۔ یہ ہوائیں بخارات کو اٹھا کر لاتی ہیں جو گہرے بادلوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس ابر کو خشک مردہ زمین کی طرف بھیجتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارش کی شکل میں اس کو برساتا ہے جس کی وجہ سے ہر قسم کا غلہ' پھل پھلار پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے تو گویا ہوا کو ابر کی صورت میں ظاہر کرنا' پھر ابر کو پانی کی شکل میں برسانا پھر اس زمین سے پیداوار کرنا یہ سب کرشمہ صنعت خداوندی اور مظاہرہ قدرت الٰہی ہے۔ تو جب وہ خدا تعالیٰ قادر مطلق محسوسات میں اس قسم کے تصرفات اور انقلابات کرتا رہتا ہے تو وہی مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔

کافر و مسلم کی حالت

پھر اس بارش کی مثال سے آگے یہ بتلایا کہ آسمان سے پانی برستا ہے۔ پانی کی خاصیت، کیفیت، نوعیت، طہارت، صفائی وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن بارش سے فائدہ وہی زمین اٹھاتی ہے جس میں استعداد ہو۔ شور زمین پر کتنی ہی بارش ہو کبھی سرسبز نہیں ہوگی جو زمین عمدہ، نرم، پاکیزہ اور شیریں ہے اس پر جب پانی برستا ہے تو شاداب سبزہ، پھول و پھل اور بہترین ثمرات پیدا ہوتے ہیں اور جو زمین شور ریتلی اور پتھریلی ہے اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا اور اگر کچھ پیدا ہوا بھی تو بے کار ناقص جھاڑ جھنکاڑ۔ یہی حالت کافر و مسلم کی ہے۔ دلائل قدرت سب کے لئے یکساں ہیں۔ تبلیغ رسل سب کے لئے برابر ہے۔ احکام شرع سب کے لئے مساوی ہیں۔ قرآنی ہدایات سب کے لئے کھلی ہوئی ہیں مگر قرآنی ہدایات سے وہی روحیں شاداب ہوں گی جن میں قبولیت حق کی استعداد ہے۔ جن کے قلوب پاکیزہ اور نور فطرت کے حامل ہیں وہ اس قرآنی باران رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایمان۔ اطاعت، عبادت، فرمانبرداری، خوش خلقی، نیک سیرت کے حامل بن جاتے ہیں لیکن مثل شور زمین کے تیرہ باطن، سنگدل کور دماغ اور خبیث روح رکھنے والے کافر قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے محروم رہتے ہیں۔ نہ ان کو ایمان کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اطاعت و عبادت سے مسرت ہوتی ہے نہ ان کے اعمال و افعال اور اخلاق و اطوار درست ہوتے ہیں۔

موت کے بعد زندہ ہونا

الغرض جو اللہ خشک اور بے جان زمین سے اس کو زندہ کر کے اس سے تر و تازہ پھل اور سبزہ نکالتا ہے تو وہ مردوں کے بھی جلانے پر قادر ہے۔ وہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے اسی طرح نکالے گا جس طرح اپنی قدرت سے مردہ زمین کو زندہ اور سرسبز کر دیتا ہے اور اگرچہ کلام ربانی مثل باران رحمت کے فیض رسانی میں یکساں ہے۔ اس کی ذات میں کوئی فرق نہیں مگر جن قلوب کی زمینوں پر یہ بارش ہوتی ہے وہ اپنی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے مختلف ہیں اور جس طرح ہر زمین اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق بارش کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح زمین قلب اپنے استعداد و صلاحیت کے مطابق باران ہدایت کا اثر قبول کرتی ہے۔ قرآن کریم بمنزلۂ باران رحمت اور آب حیات ہے۔ یہ بارش جب مومن کے زمین دل پر برسی تو اس سے طرح طرح کے ثمرات و برکات کا ظہور ہوا اس نے قرآن کریم کے مواعظ سے خوب فائدہ اٹھایا اور کافر کی زمین دل چونکہ شور تھی اس نے باران ہدایت کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ اس میں سے کفر و الحاد کے کانٹے اور جھاڑ و جھنکاڑ ہی نکلے۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بار بار اس طرح نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں جو شکر کرتے ہیں اور نعمت ہدایت کی قدر کرتے ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

یہاں ان آیات میں جو بارش کی مثال دی گئی اور اس پورے رکوع میں جو کچھ کہا گیا اس سے ایک نہایت لطیف امر کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ جب رب العالمین اپنی رحمت و شفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے، چاند، سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز و شاداب کرنے اور انسان اور حیوان کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل اور ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی روحانی چاند و سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآنی ہدایات جو مثل باران رحمت کے ہیں ان سے ہمارے دلوں کو زندہ فرما دے۔ اور ہماری روحوں کو سرسبز و شاداب فرما دے۔ اور ہم کو ایمان حقیقی اپنی اطاعت و عبادت، خوش خلقی، نیک سیرت کا حامل بنا دے۔ یا اللہ ہماری قلبی استعداد اور صلاحیتوں کو درست فرما دے تا کہ قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے ہم محروم نہ رہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

21

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا	نُوْحًا	اِلٰى	قَوْمِهٖ	فَقَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا	لَكُمْ	مِّنْ اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	اِنِّیْۤ	اَخَافُ
البتہ ہم نے بھیجا	نوح	طرف	اسکی قوم	پس اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	نہیں	تمہارے لئے	کوئی معبود	اسکے سوا	بیشک میں	ڈرتا ہوں

ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں مجھ کو تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ

عَلَيْكُمْ	عَذَابَ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِهٖ	اِنَّا	لَنَرٰىكَ	فِیْ	ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ	قَالَ
تم پر	عذاب	ایک بڑا دن	بولے	سردار	سے	اسکی قوم	بیشک ہم	البتہ تجھے دیکھتے ہیں	میں	گمراہی	کھلی	اس نے کہا

ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اُنکی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ

يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِیْ	ضَلٰلَةٌ	وَّلٰكِنِّیْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّیْ
اے میری قوم	نہیں	میرے اندر	کچھ بھی گمراہی	اور لیکن میں	بھیجا ہوا	سے	رب	سارے جہان	میں پہنچاتا ہوں تمہیں	پیغام (جمع)	اپنا رب

مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں

وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾

وَاَنْصَحُ	لَكُمْ	وَاَعْلَمُ	مِنَ	اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ
اور نصیحت کرتا ہوں	تمہیں	اور جانتا ہوں	سے	اللہ	جو	تم نہیں جانتے

اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا کہ انسان کی جسمانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو بارش کے ذریعہ سے زندہ کرنے کا انتظام کیا۔ انبیاء کی تعلیمات جو مثل روحانی بارش کے ہے روح کو سرسبز اور زندہ اور ہرا بھرا کر دیتی ہیں۔ اور جو بد باطن اور دل کے ناپاک اور خبیث ہوتے ہیں وہ انبیاء کی ذات سے جو آب رحمت کی طرح ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اسی مضمون کی مناسبت سے اب چند قصے پچھلی امتوں کے بیان کئے جا رہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

ان آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔ اب یہاں نبی اور رسول میں فرق بھی سمجھ لیجئے۔ جس پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے وہ نبی ہے اور جس کو جدید شریعت بھی عطا کی گئی ہو وہ رسول ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں اجمالی و تفصیلی ۴۳ جگہ کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ دس پشتوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کو نبوت کس عمر میں ملی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ کسی نے چالیس سال کی عمر میں نبوت ملنا لکھا ہے کسی نے ۵۰ سال، کسی نے ۱۰۰ اور کسی نے ۲۵۰ سال۔ صحیح

قول کے مطابق آپ کی عمر ۱۴۴۰ سال ہونا لکھی ہے۔ ۹۵۰ سال آپ نے اپنی قوم میں تبلیغ فرمائی اور پھر طوفان کے بعد ۲۵۰ سال آپ زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم

محققین نے لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم اس سرزمین میں رہتی تھی جس کو آج ہم عراق کے نام سے پکارتے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گزرے کہ ساری اولاد آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی۔ بت پرستی کی ابتداء حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام وَدّ' سواع' یغوث' یعوق' نسر تھے جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنالیں تا کہ ان کے احوال وعبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان تصویروں کے موافق مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت

جب بت پرستی کی وباء پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید وتقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور سچے مذہب کی دعوت دی۔ لیکن قوم نے نہ مانا اور دنیا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا۔ قوم کے امراء اور رؤسا نے ان کی تکذیب اور تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ الٹا حضرت نوح علیہ السلام کو کہتے کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور تم اپنی گمراہی میں ہمیں بھی آلودہ کرنا چاہتے ہو۔ کیسی قیامت؟ کیسا عذاب؟ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو چونکہ تم میری قوم والے ہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں۔ بلکہ تم لوگوں پر یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے اپنا پیام ہدایت اور احکام صلاح پہنچانے کے لئے مجھے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العالمین ہے۔ میں تم کو اسکے احکام پہنچائے دیتا ہوں اور نہ فقط تبلیغ احکام کرتا ہوں بلکہ تمہارا خیر خواہ بھی ہوں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے ان احکام کو مان لو کیونکہ جو باتیں مجھے معلوم ہیں تم ان سے ناواقف ہو۔ احکام الٰہی کا ماننا موجب نجات اور ان سے سرتابی موجب ہلاکت ہے۔

دعا کیجئے

ہم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے وہیں ہم کو حضورؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بھی توفیق کاملہ عطا فرماویں۔ حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت اور بتلائی ہوئی باتوں پر ہم کو پورا ایمان ویقین نصیب ہو اور ہم دل وجان سے ظاہر میں اور باطن میں حضورؐ کی تعلیمات کا اتباع کرنے والے ہوں۔

یا اللہ آپ کی جو ہدایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں ان پر ہم کو عمل پیرا اور کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ

أَوَعَجِبْتُمْ	أَنْ	جَاءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِنْ	رَبِّكُمْ	عَلَىٰ	رَجُلٍ	مِنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَلِتَتَّقُوا	وَلَعَلَّكُمْ
کیا تمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارا رب	پر	ایک آدمی	تم میں سے	تا کہ وہ ڈرائے تمہیں	اور تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو	اور تا کہ تم پر

اور کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی اور تا کہ وہ شخص تم کو

تُرْحَمُونَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

تُرْحَمُونَ	فَكَذَّبُوهُ	فَأَنْجَيْنَاهُ	وَالَّذِينَ	مَعَهُ	فِي الْفُلْكِ	وَ	أَغْرَقْنَا	الَّذِينَ	كَذَّبُوا	بِآيَاتِنَا
رحم کیا جائے	پس انہوں نے اسے جھٹلایا	تو ہم نے اسے بچالیا	اور جو لوگ	اسکے ساتھ	کشتی میں	اور	ہم نے غرق کر دیا	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں

ڈراوے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جاوے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوحؑ کو اور جو لوگ انکے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ﴿٦٤﴾

إِنَّهُمْ	كَانُوا	قَوْمًا	عَمِينَ
بیشک وہ	تھے	لوگ	اندھے

جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کے ردعمل کا جواب

گذشتہ آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع ہوا تھا۔ جب آپ نے اپنی قوم کو دعوت دینی شروع کی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ کی دعوت کے جواب میں جو قوم کا معزز طبقہ تھا وہ الٹا آپ ہی کو گمراہ اور غلطی میں مبتلا ہونے والا بتلانے لگا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اپنا رسول رب العالمین اور قوم کا خیر خواہ ہونا بتلایا مگر انہوں نے ایک سن کر نہ دی۔ بلکہ الٹا آپ کی تحقیر تذلیل اور ایذادہی کے درپے ہوئے۔ اور آپ کی رسالت پر انکار اور تعجب اس وجہ سے کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ جو ہم ہی جیسے انسانوں میں سے ہیں۔ ان کے اس انکار اور تعجب کا جواب جو حضرت نوح علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اس بات کو کوئی انوکھی اور تعجب والی بات نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائی اور اسے پیغمبری سے ممتاز کیا اور وہ تمہیں متنبہ کر دے کہ تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب خدا سے نجات پالو اور تم پر گونا گوں رحمتیں نازل ہوں۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی ان باتوں نے اور آپ کے پر اثر وعظ و نصیحت نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے رہے۔ اور مخالفت سے باز نہ آئے۔ قوم کے صرف چند لوگ تھے بس وہ آپ پر ایمان لائے۔

ایمان لانے والوں کی عذاب سے نجات

پھر حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ ہم نے ان نیک لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ کہ یہ لوگ حق سے آنکھ بند کئے ہوئے تھے اور راہ حق آخر تک انہیں دکھائی نہ دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو نجات دی اور دشمنوں کو تہ آب کر کے برباد کر دیا۔

اس قصہ کی تفصیل قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں بھی آئی ہے۔ جیسے سورۂ ہود، سورۂ نوح وغیرہ میں جو اپنے موقع پر انشاء اللہ بیان ہوگی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ۸۰ آدمیوں نے نجات پائی اور بعض نے صرف ۴۰ کی تعداد لکھی ہے۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس

ہاتھ بیان کی جاتی ہے۔اس میں تین درجے تھے۔نچلے درجہ میں وحشی جانور اور چوپائے رکھے گئے تھے۔درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجہ میں پرندے رکھے گئے تھے۔لکھا ہے کہ دس رجب کو یہ کشتی چل کر دس محرم کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی تھی۔اور ان ساکنان کشتی نے دوسری بار امن وسلامتی کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر قدم رکھا اور پھر دنیا میں انہی سے نسل انسانی چلی۔

واقعات کے ذکر کرنے میں قرآن کریم کی حکمت

قرآن مجید کا یہ مخصوص طرز بیان ہے کہ وہ کسی قصہ کو محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کرتا بلکہ سبق آموزی کے لئے بیان کرتا ہے اس لئے ہر جگہ تاریخی واقعات کے بیان میں وہ قصہ کے صرف اس جز کو پیش کرتا ہے جو اس کے مقصد و مدعا سے تعلق رکھتے ہیں باقی تمام تفصیلات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔پھر اگر کسی قصہ کو مختلف مواقع پر مختلف اغراض کے لئے بیان کرتا ہے تو ہر جگہ مقصد کی مناسبت سے تفصیلات بھی مختلف طور پر پیش کرتا ہے۔مثلاً اسی قصہ نوحؑ کو لیجئے یہاں اس کے بیان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ پیغمبر کی دعوت کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوتا ہے۔لہذا اس مقام پر ایک ہی جملہ میں تکذیب کا انجام یعنی پانی میں ڈوب کر مر جانا اور پیغمبر کی رفاقت کا صلہ یعنی سلامتی سے طوفان سے بچ جانا بیان فرمایا۔دوسری جگہوں پر جہاں دوسرے مقاصد مدنظر ہیں وہاں ویسی ہی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں ۴۳ جگہ فرمایا گیا ہے اور ہر جگہ اسی قدر جزئیات اور تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے جو مقصد ''وعظ وتذکیر'' کے پیش نظر ضروری تھا۔

دعا کیجئے

پیغمبروں کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور ہم کو اپنے پیغمبر نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کا کامل اتباع نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور ولیوں کے ساتھ دنیا میں بھی وابستہ رکھیں اور آخرت میں بھی اپنے محبوبین ومقبولین کے ساتھ حشر فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ

وَاِلٰى	عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ
اور طرف	عاد	انکے بھائی	ہودؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود	اسکے سوا

اور ہم نے قوم کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	اِنَّا لَنَرٰىكَ	فِيْ	سَفَاهَةٍ	وَ	اِنَّا لَنَظُنُّكَ
تو کیا تم نہیں ڈرتے	بولے	سردار	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	سے	اسکی قوم	البتہ ہم تجھے دیکھتے ہیں	میں	بے وقوفی	اور	ہم بیشک تجھے گمان کرتے ہیں

سو کیا تم نہیں ڈرتے۔ انکی قوم میں جو سردار کافر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦٦﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٧﴾

مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	سَفَاهَةٌ	وَلٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِنْ	رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ
سے	جھوٹے	اس نے کہا	اے میری قوم	نہیں	مجھ میں	کوئی بیوقوفی	اور لیکن میں	بھیجا ہوا	سے	رب	تمام جہان

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿٦٨﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَاَنَا	لَكُمْ	نَاصِحٌ	اَمِيْنٌ	اَوَعَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِنْ	رَبِّكُمْ
میں تمہیں پہنچاتا ہوں	پیغام (ج)	اپنا رب	اور میں	تمہارا	خیر خواہ	امین	کیا تمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارا رب

اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔ اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت

عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

عَلٰى	رَجُلٍ	مِنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ بَعْدِ	قَوْمِ + نُوْحٍ
پر	ایک آدمی	تم میں سے	تاکہ وہ تمہیں ڈرائے	اور تم یاد کرو	جب	اس نے تمہیں بنایا	جانشین	بعد	قوم نوح

جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول

وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾

وَزَادَكُمْ	فِي	الْخَلْقِ	بَصْطَةً	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ	اللّٰهِ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اور تمہیں زیادہ دیا	میں	خلقت (جسم)	پھیلاؤ	سو یاد کرو	نعمتیں	اللہ	تاکہ تم	فلاح (کامیابی) پاؤ

میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا۔ سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

قوم عاد

قرآن کریم میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر سات جگہ آیا ہے اور قوم عاد کا ذکر ۹ سورتوں میں ہوا ہے۔تفصیلات اپنے اپنے موقع پر انشاءاللہ تعالیٰ بیان ہوں گی۔عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی۔جس کے افسانے اہل عرب میں عام طور پر مشہور تھے۔قوم عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح علیہ السلام مانا جاتا ہے۔اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو اس وقت حجاز،یمن،یمامہ کے نام سے موسوم ہیں۔یہیں سے پھیل کر ان کی طاقت وحکومت حدود عراق تک وسیع تھی۔ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی۔پھر دنیا سے ان کا نام ونشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا تھا۔قوم عاد بھی عموماً بت پرست تھی اور اپنی پیش رو قوم نوح کی طرح صنم پرستی اور صنم تراشی میں ماہر تھے۔ان کے معبودان باطلہ بھی قوم نوح کی طرح ودٗ،سواع،یغوث،یعوق،نسر تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

عاد اپنی مملکت کی سطوت وحشمت اور جسمانی طاقت کے غرور میں ایسے بہکے کہ انہوں نے خدائے واحد کو بالکل بھلا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے۔تب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم عاد کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا۔آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بت پرستی سے باز آؤ۔تمہارے پاس دولت،قوت،صحت عزت شوکت وحکومت جو کچھ ہے یہ سب ایک اللہ کی عطا کی ہوئی ہے۔اس کے سوا کوئی کچھ دینے والا نہیں۔یہ جو تم نے دیوتا بنا رکھے ہیں انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ قدرت۔اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔اس لئے اسی کی پرستش کرو۔اسی کے آگے جھکو اسی سے مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو۔تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

قوم کے وڈیروں کا ردعمل

یہ سن کر قوم عاد کے اونچے طبقے کے لوگوں نے جن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج قائم تھا۔ان کو حضرت ہودؑ کی یہ نصیحت نہایت شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات۔ ان کے عقائد اور اعمال میں کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح مشفق بنے۔اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا ان کو کم عقل اور بیوقوف گردانا (نعوذ باللہ) اور ان کو جھٹلانا شروع کر دیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اپنی خیر خواہی نبوت اور صداقت کا انتہائی زور کے ساتھ یقین دلانا چاہا اور فرمایا بھائیو! میں بیوقوف نہیں ہوں۔تمہارے رب کی طرف سے اس کے احکام پہنچانے والا ہوں اور تمہارا خیر خواہ اور خدا کی طرف سے امین بھی ہوں اور پھر اللہ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ دیکھو خدا نے قوم نوح کے بعد تم کو روئے زمین پر بادشاہ وحکمران کیا۔جسمانی طاقت وتوانائی اور بدن کے طول وعرض میں تم کو سب پر فوقیت عطا کی۔لہٰذا تم کو اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔اس سے تم ہی کو فائدہ پہنچے گا۔دنیوی واخروی فلاح حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حصول رضا کی توفیق عطا فرما اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا اور اسلام وایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور اسی پر موت عطا فرما۔

یا اللہ قرآن کریم نے جو واقعات وحالات نافرمان قوموں کے بیان فرمائے ہیں اور ان کا انجام جو بتلایا ہے اس سے اہل اسلام کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ان کو اپنے دین اسلام اور اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما اور اپنے انعامات واحسانات کی سچی شکرگزاری کی سعادت عطا فرما۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰہَ وَحْدَہٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ج فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

قَالُوْا	اَجِئْتَنَا	لِنَعْبُدَ	اللّٰہَ	وَحْدَہٗ	وَنَذَرَ	مَا	كَانَ يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	فَاْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَا
وہ بولے	کیا تو ہمارے پاس آیا	کہ ہم عبادت کریں	اللہ	واحد (اکیلے)	اور ہم چھوڑ دیں	جو۔ جس	پوجتے تھے	ہمارے باپ دادا	تو لے آ ہم پر	جسکا ہم سے وعدہ کرتا ہے

قوم عاد کے لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم انکو چھوڑ دیں

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ط

اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ	قَالَ	قَدْ وَقَعَ	عَلَيْكُمْ	مِنْ	رَبِّكُمْ	رِجْسٌ	وَغَضَبٌ
اگر	تو ہے	سے	سچے لوگ	اس نے کہا	البتہ پڑ گیا	تم پر	سے	تمہارا رب	عذاب	اور غضب

اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰہُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ط

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	فِيْ	اَسْمَآءٍ	سَمَّيْتُمُوْهَا	اَنْتُمْ	وَاٰبَآؤُكُمْ	مَا نَزَّلَ	اللّٰہُ	بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ
کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے	میں	نام (جمع)	تم نے انکے رکھ لئے ہیں	تم	اور تمہارے باپ دادا	نہیں نازل کی	اللہ	اس کیلئے	کوئی	سند

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرا لیا ہے انکے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا

فَانْتَظِرُوْا	اِنِّيْ	مَعَكُمْ	مِنَ	الْمُنْتَظِرِيْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ وَ		الَّذِيْنَ	مَعَهٗ	بِرَحْمَةٍ	مِنَّا	وَقَطَعْنَا
سو تم انتظار کرو	بیشک میں	تمہارے ساتھ	سے	انتظار کرنے والے	تو ہم نے اسے نجات دی (بچالیا)	اور	وہ لوگ جو	اسکے ساتھ	رحمت سے	اپنی	اور ہم نے کاٹ دی

سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ غرض ہم نے ان کو اور انکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی

دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ ع

دَابِرَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَمَا	كَانُوْا	مُؤْمِنِيْنَ
جڑ	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	اور نہ	تھے	ایمان لانے والے

جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف برابر دعوت دیتے رہے اور سمجھتے رہے۔ مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی ہی رہی اور ان کی نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا۔ اور وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب وتذلیل کے اور زیادہ درپے ہو گئے اور العیاذ باللہ مجنوں اور خبطی کہہ کر آپ کا اور زیادہ مذاق اڑانے لگے۔

اب ان آیات میں بتلایا گیا کہ وہ کافر مغرور نہ ماننے والے تھے نہ مانے اور کہنے لگے کہ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے سب معبودوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک خدا کی پرستش کرنے لگیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

وہ غم وغصہ میں آ گئے کہ کس طرح ہم باپ دادا کی ریت "اصنام پرستی" کو چھوڑ دیں۔ یہ تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی سخت توہین ہے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے اور ہم سے یہ روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں اور جو تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو تو اگر واقعی تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ ہم تو تمہاری بات مانتے نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا آخری خطاب

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ اور صادقانہ نصائح وتعلیمات کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم چند خود ساختہ بتوں کو ان کے نام گھڑ کر پکارتے ہو اور تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان کو خدا کی دی ہوئی دلیل کے بغیر من گھڑت طریقہ پر ان کو اپنا شفیع اور سفارشی مانتے ہو اور میرے روشن دلائل سے انحراف اور سرکشی کر کے عذاب کے طالب ہوتے ہو۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وقت قریب آ پہنچا۔

بالآخر قوم اپنی سرکشی کے سبب برباد ہوئی

الغرض قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض وعمل کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد سخت گھبرائے اور پریشان ہوئے اور عاجز ودرماندہ نظر آنے لگے تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے پھر اکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ ان کو سمجھایا کہ راہ حق اختیار کر لو۔ میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے لئے خسارہ میں پڑو گے لیکن بدبخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور بغض وعناد دوبالا ہو گیا تب ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ آٹھ دن اور سات راتیں پیہم تیز اور تند ہوا کے طوفان اٹھے اور ایسی تیز ہوا ان پر چلتی رہی اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا۔ تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنے جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں سرمست تھے ان کو ہوا نے اس طرح اٹھا اٹھا کر دے پٹخا کہ سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ جا پڑے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ یہ تو اللہ اور اللہ کے رسول کی تکذیب کا انجام دشمنوں کو دنیا میں ملا کہ ساری قوم کا ستیا ناس ہو گیا اور حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن ایک باغیچے میں چلے گئے تھے۔ وہاں خدا نے اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا وہی طوفانی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے ان کے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو تقویٰ وطہارت کی زندگی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے کی سعادت نصیب فرما تاکہ ہمیں دنیا میں بھی چین اور آخرت میں آرام نصیب ہو اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کا عزم عطا فرما تاکہ ہمارا دین اور دنیا خراب نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ

وَ	اِلٰى	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ		مِنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	قَدْ جَآءَتْكُمْ
اور	طرف	ثمود	انکے بھائی	صالحؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	تم عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود		اسکے سوا	تحقیق آچکی تمہارے پاس

اور ہم نے ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

بَيِّنَةٌ	مِنْ	رَبِّكُمْ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ اللّٰهِ	لَكُمْ	اٰيَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْكُلْ	فِيْٓ	اَرْضِ	اللّٰهِ	وَ	لَا تَمَسُّوْهَا
نشانی	سے	تمہارا رب	یہ	اللہ کی اونٹنی	تمہارے لئے	ایک نشانی	سو اسے چھوڑ دو	کہ کھائے	میں	زمین	اللہ	اور	اسے ہاتھ نہ لگاؤ

تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ

بِسُوْٓءٍ	فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ بَعْدِ	عَادٍ	وَبَوَّاَكُمْ
برائی	ورنہ پکڑے گا تمہیں	عذاب	دردناک	اور تم یاد کرو	جب	تمہیں بنایا اس نے	جانشین	بعد	عاد	اور تمہیں ٹھکانا دیا

اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر

فِى الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

فِى	الْاَرْضِ	تَتَّخِذُوْنَ	مِنْ	سُهُوْلِهَا	قُصُوْرًا	وَتَنْحِتُوْنَ	الْجِبَالَ	بُيُوْتًا	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ
میں	زمین	بناتے ہو	سے	اسکی نرم جگہ	محل (جمع)	اور تراشتے ہو	پہاڑ	مکانات	سو یاد کرو	نعمتیں

ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اللّٰهِ	وَلَا تَعْثَوْا	فِى الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ	
اللہ	اور نہ پھرو	زمین (ملک) میں	فساد کرنے والے (فساد کرتے)	

نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں آٹھ جگہ آیا ہے۔
تین جگہ تو اسی سورۂ اعراف میں اور اسی قصہ میں اور ۵ جگہ دوسری سورتوں میں۔ ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی اور مغربی حصہ میں جو اس وقت مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان ہے جس کو قدیم عرب ملک حجر کہتے تھے پھیلی ہوئی تھیں اور اس قوم نے بھی بڑی نمود و شہرت حاصل کی تھی۔ اس قوم ثمود کا زمانہ بھی یقینی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ ان لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر عجیب و غریب سنگین عمارتیں بنائی تھیں اور دامن کوہ میں نشیبی نرم زمینوں میں بھی طرح طرح کے عالیشان محل تیار کیے تھے۔ جاڑے میں ان نشیبی محلات میں رہتے اور گرمیوں میں پہاڑی مکانوں میں۔ اب تک ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں ان کی عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں۔

قوم ثمود کے کھنڈرات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ ادھر سے گزرے تو آپ نے

مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے۔ ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشاندہی کر کے بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ صرف اس کنویں سے پانی لینا۔ باقی کنوؤں کا پانی نہ لینا۔ بعض صحابہ کرام نے دوسرے کنوؤں سے پانی بھر کر آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کر لی تھیں تو جب آپ کو معلوم ہوا پانی گرا دینے اور ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا بیکار کر دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔ یہاں نہ قیام کرو۔ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے عاجزی وزاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو۔ ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے نشانیاں یعنی معجزہ طلب نہ کیا کرو۔ دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ یعنی اونٹنی پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی اور اپنی باری میں کھا پی کر وہیں واپس چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے یہ تینوں روایات سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت

اہل ثمود اپنے پیش روؤں کی طرح خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار اور شرک میں مبتلا تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح و شام وہ محظوظ ہوتے رہتے اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور یقینی دلائل و براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔

اونٹنی کی پیدائش کا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو توحید اور عبادت الٰہی کی تعلیم دینی شروع کی اور اونٹنی کا معجزہ دکھا کر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کی پیدا کی ہوئی ایک نشانی ہے۔ اس کو کسی قسم کا دکھ نہ دینا اور نہ عذاب سے تباہ کر دیئے جاؤ گے۔ حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے معجزہ طلب کیا تھا کہ پہاڑی چٹان سے جو ان کی بستی کے پاس تھی اس سے ایک اونٹنی نکلے جو گابھن ہو اور فوراً نکل کر بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان کے سامنے پتھر میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر بعض تو ایمان لے آئے لیکن دوسرے پھر بھی آپ کی رسالت و پیغمبری کے منکر رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس ناقہ کا ہوگا اور ایک دن ساری قوم کے چوپاؤں کا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو یہ بھی یاد دلایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد اللہ نے تم کو پیدا کیا اور ان کا جانشین بنایا اور اپنی زمین پر تم کو اس طرح بسایا کہ تم نرم اور ہموار زمین میں تو جاڑوں میں رہنے کے لئے اونچے اونچے محل بناتے ہو اور گرمیوں میں سکونت کرنے کے لئے پہاڑوں کو تراش کر مکان تعمیر کرتے ہو لہٰذا تم کو زیبا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ایسی ایسی نعمتوں کو یاد کرو اور ہر وقت اس کا شکر ادا کرو نہ کہ اس کی زمین میں فساد کرتے ہوئے پھرو۔ یعنی احسان فراموشی اور شرک و کفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

دعا کیجئے: اللہ پاک نے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرماویں اور ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور اپنے اور اپنے رسول پاک کی اطاعت اور فرمانبرداری کی سعادت عطا فرمائیں۔ یا اللہ گذشتہ مغضوب قوموں کے فعل و عمل اور خصلتوں سے اس امت مسلمہ کو محفوظ فرما اور ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ

قَالَ	الْمَلَأُ	الَّذِينَ	اسْتَكْبَرُوا	مِنْ	قَوْمِهِ	لِلَّذِينَ	اسْتُضْعِفُوا	لِمَنْ	آمَنَ	مِنْهُمْ
بولے	سردار	وہ جنہوں نے	تکبر کیا (متکبر)	سے	اُس کی قوم	ان لوگوں سے	ضعیف (کمزور) بنائے گئے	ان سے جو	ایمان لائے	ان سے

انکی قوم میں جو متکبر سردار تھا انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ

أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ﴿٧٥﴾ قَالَ الَّذِينَ

أَتَعْلَمُونَ	أَنَّ	صَالِحًا	مُرْسَلٌ	مِنْ	رَبِّهِ	قَالُوا	إِنَّا	بِمَا	أُرْسِلَ بِهِ	مُؤْمِنُونَ	قَالَ	الَّذِينَ
کیا تم جانتے ہو	کہ	صالح	بھیجا ہوا	سے	اپنا رب	انہوں نے کہا	بیشک ہم	اس پر جو	اسکے ساتھ بھیجا گیا	ایمان رکھتے ہیں	بولے	وہ جنہوں نے

صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو انکو دے کر بھیجا گیا ہے۔ وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ

اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿٧٦﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ

اسْتَكْبَرُوا	إِنَّا	بِالَّذِي	آمَنتُم بِهِ	كَافِرُونَ	فَعَقَرُوا	النَّاقَةَ	وَعَتَوْا	عَنْ	أَمْرِ	رَبِّهِمْ
تکبر کیا	ہم	وہ جس پر	تم ایمان لائے اس پر	کفر کرنے والے (منکر)	انہوں نے کونچیں کاٹ دیں	اونٹنی	اور سرکشی کی	سے	حکم	اپنا رب

تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔ غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ

وَقَالُوا يَا صَالِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧٧﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

وَقَالُوا	يَا صَالِحُ	ائْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَا	إِنْ	كُنتَ	مِنَ	الْمُرْسَلِينَ	فَأَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ
اور بولے	اے صالحؑ	لے آ	جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اگر	تو ہے	سے	رسول (جمع)	پس انہیں آ پکڑا	زلزلہ

اے صالحؑ جسکی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ پس آ پکڑا انکو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ

فَأَصْبَحُوا	فِي	دَارِهِمْ	جَاثِمِينَ	فَتَوَلَّىٰ	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يَا قَوْمِ	لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ	رِسَالَةَ
تو رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے	پھر منہ پھیرا	اُن سے	اور کہا	اے میری قوم	تحقیق میں نے تمہیں پہنچا دیا	پیغام

اُس وقت صالحؑ اُن سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا

رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ﴿٧٩﴾

رَبِّي	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	وَ	لَٰكِن	لَا تُحِبُّونَ	النَّاصِحِينَ
اپنا رب	اور خیر خواہی کی	تمہاری	اور	لیکن	تم پسند نہیں کرتے	خیر خواہ (جمع)

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

قوم ثمود کے وڈیروں کا خیال کہ ہم حق پر ہیں

حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے رہے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ان کی مخالفت بڑھتی رہی اور بغض و عناد ترقی پاتا رہا اور وہ کسی طرح بت پرستی اور باطل معبودوں کی پرستش سے باز نہ آئے۔ محض ایک مختصر اور کمزور اور غریب لوگوں کی جماعت نے ایمان قبول کیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اطاعت قبول کی۔ سید آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک قول نقل کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جوان کے ساتھ عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد تقریباً ۱۲۰ تھی اور باقی ہزار ہا گھرانے اور قوم کے سردار اور بڑے بڑے مال دار سب اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے اور انہوں نے خدا کی دی ہوئی ہر قسم کی خوش عیشی اور رفاہیت کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کو شعار بنالیا وہ حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے کہ اگر ہم باطل پرست ہوتے اور خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے اور اس کے پسندیدہ طریقہ پر قائم نہ ہوتے تو آج ہم کو یہ دھن دولت سرسبز شاداب باغات کی فراوانی، سونے اور چاندی کی بہتات، بلند و عالی شان محلات کی رہائش، میوہ جات اور پھلوں کی کثرت وغیرہ وغیرہ حاصل نہ ہوتی۔ تم خود کو اور اپنے پیشرؤں کو دیکھو اور پھر ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کرو اور بتلاؤ کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں۔ ہم یا تم

حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب کہ تم اسی طرح ناشکرے رہے تو تباہ ہو جاؤ گے

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے کہ تم اپنی اس رفاہیت اور عیش سامانی پر شیخی نہ مارو اور خدا کے سچے رسول اور اس کے دین برحق کا مذاق نہ اڑاؤ اگر تمہارے کبر و غرور اور بغض و عناد کا یہی حال رہا تو یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اور پھر نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا یہ ساز و سامان۔ بیشک یہ سب کچھ خدا کی نعمتیں ہیں مگر جب ہی کہ ان کو حاصل کرنے والے اس کا شکر ادا کریں اور اس کے سامنے سر نیاز جھکائیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں ورنہ بلاشبہ یہی سامان عذاب و لعنت ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ ہر سامان عیش خدا کی خوشنودی کا ثمرہ ہے۔

غریب ایمانداروں کے سامنے مالداروں کی شکست

چنانچہ قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے وہ غریب اور کمزور حضرت صالحؑ پر ایمان لانے والوں سے استہزاءً کہتے تھے کہ کیا بڑے بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے مگر تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کے فرستادہ ہیں۔ غریب مومنوں نے جواب دیا کہ معلوم ہونا کیا معنی۔ معلوم تو تم کو بھی ہے ہاں ہم دل سے قبول کر کے ان پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم تو ابھی تک اسے نہیں مانتے پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کونسی بڑی کامیابی ہے؟

معجزاتی اونٹنی کا قتل

بہرحال منکروں نے اپنے ہادی و مصلح کے ساتھ بجائے فرمان پذیری اور اطاعت کے تمسخر اور بدسلوکی کا رویہ اختیار رکھا اور حضرت صالح علیہ السلام کے یہ واضح کر دینے کے باوجود یہ اونٹنی جو خدا کی ایک نشانی ہے اور اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے اگر اس کو آزار پہنچا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں لیکن بدبخت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس اونٹنی کے وجود کو بھی برداشت نہ کر سکی۔ لکھا ہے کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن گردن ڈال کر جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی ایسے ہی اس کے لوازم و آثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر آپس میں صلاح و مشورہ ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید کہ ایک دن اس ناقہ کا ہو اور ایک دن ساری قوم کے چوپایوں کا ناقابل برداشت ہے آخر کار لوگوں نے غیظ میں آ کر اس کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ اور ایک سازش کر کے ایک شخص کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ قتل میں پہل کرے باقی اعانت کریں اور اس طرح ناقہ کو ہلاک کر ڈالا۔ بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو پیغمبر وقت حضرت صالح علیہ السلام اور اللہ کی نشانی ناقہ کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیئے اور اپنے رب کے حکم

سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو ہم پر لے آؤ اگر تم پیغمبر ہو۔ درحقیقت ایسے کلمات انسان کی زبان سے اس وقت نکلتے ہیں جب وہ خدا کے قہر وغضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی اس حال پر پہنچ کر مورد عذاب وہلاکت بنی۔

عذاب الٰہی

حضرت صالح علیہ السلام کو جب ناقہ یعنی اونٹنی کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو آپ گھبرائے ہوئے موقع پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہوئی ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمانے لگے۔ بدبخت قوم آخر تجھ سے صبر نہ ہوسکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔ تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا پھر انہی مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج رات کو صالح کو بھی مار ڈالو۔ اگر واقعی ہم ہلاک ہونے ہی والے ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آیا تو بھی روز روز کی اس مصیبت سے تو نجات ہو جائے گی چنانچہ قرآن کریم میں سورۂ نمل میں انیسویں پارہ میں بتلایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو حضرت صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور ان کو اور ان کے گھر والوں کو تہ تیغ کر دو اور جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو صاف مکر جانا کہ ہمیں کیا خبر؟ کس نے مارا ہے؟ وہیں سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ان مفسدوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی پھر انجام دیکھو کیا ہوا۔ چنانچہ رات کے وقت اسی بدنیتی سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کی طرف چلے۔ آپ کا گھر پہاڑی پر تھا۔ ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب ہی کو پیس ڈالا۔ ان کا تو یہ حشر ہوا۔ ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور سنیچر کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا اُن کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ تین دن جب گزر گئے تو چوتھا دن اتوار کی صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک اور دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجہ پھاڑ دیئے۔ ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا۔ ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ان سب کا ڈھیر ہو گیا۔

اہل ایمان کی حفاظت

ایک طرف تو ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو مومنوں کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان سب کو اس رسوا کن عذاب سے بچا لیا جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے صالحؑ کو اور اُن لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا افسوس کرنا

قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس وحسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے اے قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور نصیحت کی مگر افسوس تم پر نہ تو تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو بلا ہی لیا۔
ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

قوم ثمود کے مومنین کہاں گئے؟

اب یہ تاریخی سوال ہے کہ جب ثمود ہلاک وبرباد ہو گئے تو صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں نے کہاں سکونت اختیار کی۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ علاقہ فلسطین میں آکر آباد ہوئے بعض نے کہا کہ حضر موت میں آکر آباد ہوئے بعض نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ کی جانب تشریف لے آئے واللہ اعلم۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دل ودماغ عطا فرماویں کہ ہم ان قرآنی نصائح سے عبرت حاصل کرنے والے ہوں اور ہم اللہ اور اس کے رسول پاک کے احکامات کو دل وجان سے ماننے والے اور ان پر یقین رکھنے والے ہوں۔ کافروں اور مغضوب قوموں کی اس خصلت سے کہ وہ اپنے نبی کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے بچائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٠ اِنَّكُمْ

وَلُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖ	اَتَاْتُوْنَ + الْفَاحِشَةَ	مَا سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ + اَحَدٍ	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	اِنَّكُمْ
اور لوطؑ	جب	کہا	اپنی قوم سے	کیا آتے ہو بے حیائی کے پاس (بےحیائی کرتے ہو)	جو تم سے پہلے نہیں کی	ایسی	کسی نے	سے	سارے جہان	بیشک تم

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝٨١ وَمَا كَانَ جَوَابَ

لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	شَهْوَةً	مِنْ + دُوْنِ	النِّسَآءِ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُسْرِفُوْنَ	وَمَا	كَانَ	جَوَابَ
جاتے ہو	مرد (جمع)	شہوت سے	علاوہ (چھوڑ کر)	عورتیں	بلکہ	تم	لوگ	حد سے گزر جانے والے	اور نہ	تھا	جواب

مَردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔ اور انکی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ بجز اسکے کہ آپس میں

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝٨٢ فَاَنْجَيْنٰهُ

قَوْمِهٖ	اِلَّا	اَنْ	قَالُوْا	اَخْرِجُوْهُمْ	مِنْ	قَرْيَتِكُمْ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	يَتَطَهَّرُوْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ
اسکی قوم	مگر	یہ کہ	انہوں نے کہا	انہیں نکال دو	سے	اپنی بستی	بیشک	یہ لوگ	پاکیزگی چاہتے ہیں	ہم نے نجات دی اسکو

کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوطؑ کو اور انکے متعلقین کو بچالیا بجز انکی بیوی کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝٨٣ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ

وَاَهْلَهٗ	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِيْنَ	وَاَمْطَرْنَا	عَلَيْهِمْ	مَطَرًا	فَانْظُرْ	كَيْفَ
اور اسکے گھر والے	مگر	اسکی بیوی	وہ تھی	سے	پیچھے رہنے والے	اور ہم نے بارش برسائی	ان پر	ایک بارش	پس دیکھو	کیسا ہوا

کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھو تو سہی

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝٨٤

كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُجْرِمِيْنَ
ہوا	انجام	مجرمین

ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم

گذشتہ آیات میں تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا بیان ہوا تھا اب چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت لوطؑ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زیر سایہ گزرا اسی لئے وہ ملت ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن عراق سے ہجرت کر کے ملک شام تشریف لائے تو حضرت لوطؑ ان کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے حضرت لوطؑ نبی بنا کر سدوم اور اس کے گردونواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تا کہ ان کی اصلاح فرمائیں اور دین حنیف ملت ابراہیمی کی تبلیغ کریں۔ اہل سدوم یعنی لوط علیہ السلام کی قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جسے آج شرق اردن کہا جاتا

ہے۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر لوط جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے اور سدوم اور عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے بحر نہ تھا۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔

قوم کی بدکرداری

لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کے سرکش، بداخلاق اور بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک نہایت خبیث عمل کی موجد تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بدبخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی اس لئے اس عمل کا نام "ہم جنسیت" مشہور ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ شرارت خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بے حیائی کے مرتکب ہوتے تھے۔ اہل سدوم اس قدر ظلم، فحش، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق و فجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانہ کی قوموں میں ان کی جانب ہر طرح کی بدکرداری کے واقعات منسوب کئے جاتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور حسن خطابت لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقہ سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور موعظت و نصیحت کی اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ اس کا الٹا یہ اثر ہوا کہ کہنے لگے کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ بڑے پاک باز بنتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف ان کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو غالباً اسی قوم کی بیٹی تھی اپنے کافر رشتہ داروں کی ہمنوا رہی اور آخر وقت تک اس نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور حضرت لوطؑ کے ساتھ ہجرت نہ کی اس لئے قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ قرآن پاک کے ستائیسویں پارہ میں سورہ ذاریات کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا اور باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔ اور خاندان لوط علیہ السلام میں سے ان کی بیوی بھی ہلاک ہوئی۔

یہاں ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ اجمالاً بیان فرمایا گیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں اس کی مزید تفصیلات بھی آئی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ بیان ہوں گی۔

عذاب الٰہی کا نزول

الغرض حضرت لوط علیہ السلام کے تبلیغ حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قوم پر مطلق کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بدکرداریوں پر اسی طرح مصر رہی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت لوط کو اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دی گئیں اور ان کی سیہ بختی نے کسی طرح اپنی اصلاح کی طرف مائل نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ آخر عذاب

الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ابتدائے شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے سمیت اس بستی سدوم سے رخصت ہو گئے۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ آج اس قوم کا دنیا سے نام ونشان بالکل ناپید ہو چکا ہے۔ اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحر لوط کہا جاتا ہے۔

آخر میں عبرت ونصیحت دینے کے لئے ارشاد ہوا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

غیر فطری عمل کی سزا

ان آیات میں بھی اور قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر یہ بتایا گیا کہ یہ خبیث عمل قوم لوط کا ایک بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے پوری قوم اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوئی۔ اسی لئے صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس جرم کو عام بدکاری سے زیادہ شدید جرم وگناہ قرار دیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی بلند مقام پہاڑ یا منارہ وغیرہ سے گرا دیا جائے اور اوپر سے پتھراؤ کیا جائے تا آنکہ وہ مرجائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا۔ بعض ائمہ اور علماء کے نزدیک اس کی سزا مثل زنا کے ہے یعنی غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھروں سے مارتے مارتے مار ڈالا جائے اور بعض علماء کے نزدیک صرف قتل کر دینا کافی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم کسی کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ لواطت کی حرمت زنا کی حرمت سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اس لئے لواطت کی سزا حنفیہ کے نزدیک زنا کی سزا سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح یہ فعل عورتوں کے ساتھ بھی بالاجماع حرام ہے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے قصوں اور انجام سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی ہمت عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر حال میں اپنے اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

22

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

وَ	اِلٰی	مَدْیَنَ	اَخَاھُمْ	شُعَیْبًا	قَالَ	یٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَیْرُهٗ
اور	طرف	مدین	انکے بھائی	شعیبؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	نہیں تمہارا	سے	کوئی معبود	اسکے سوا

اور ہم نے مدین کی طرف اُنکے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اُس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس

قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ

قَدْ جَآءَتْكُمْ	بَيِّنَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَوْفُوا	الْكَيْلَ	وَالْمِيْزَانَ	وَ	لَا تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْيَآءَهُمْ
تحقیق پہنچ چکی تمہارے پاس	ایک دلیل	سے	تمہارا رب	پس پورا کرو	ناپ	اور تول	اور	نہ گھٹاؤ	لوگ	انکی اشیاء

تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۸۵

وَ	لَا تُفْسِدُوْا	فِی الْاَرْضِ	بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
اور	فساد نہ مچاؤ	زمین (ملک) میں	بعد	اس کی اصلاح	یہ	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے

بعد اسکے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

قوم مدین

گذشتہ آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان ہوا تھا اب یہاں سے پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہل مدین کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام گیارہ جگہ مذکور ہے۔ پانچ مرتبہ تو اسی سورۂ اعراف میں آیا ہے اور چھ جگہ دوسری سورتوں میں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنی قطورا کہلاتا تھا۔ مدین اپنے اہل وعیال کیساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قریب ہی حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں آباد ہو گئے تھے۔ یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ قبیلہ "قوم شعیب" کہلایا۔ یہ بڑی تجارت پیشہ قوم تھی اور قدیم زمانہ میں جو مشہور تجارتی شاہ راہیں واقع تھیں اس کے چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقف تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلہ مصر وشام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان میں سے گزرتے تھے۔

قوم مدین اور اصحاب ایکہ

قرآن کریم میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے۔ مفسرین اس بارہ میں مختلف ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں یا دو جدا جدا قبیلہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلہ ہیں۔ مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ بدوی اور دیہاتی قبیلہ تھا جو جنگل اور بن میں آباد تھا۔ اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی جنگل والا یا بن والا کہا گیا۔ اور جو مفسرین دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آب و ہوا کی لطافت نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پرفضا بنا دیا تھا اور یہاں میووں' پھلوں اور خوشبودار پھولوں

کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک ایک بن ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔ بہر حال راجح یہی ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

قوم مدین کے جرائم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بداخلاق قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کی رفاہیت خوش عیشی دولت وثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور بھول کر بھی یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیئے تھے خاص کر تین بڑی خرابیاں جو پائی جاتی تھیں وہ ایک تو شرک اور دوسرے تجارتی بددیانتی اور کم تولنے یا ناپنے کا مرض اور تیسرے معاملات میں کھوٹ وڈاکہ زنی تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت

سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے فسق وفجور سے بچانے اور امین اور متقی اور با اخلاق بنانے کے لئے ان ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت ورسالت سے نواز کر ان کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔ خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا اعتقاد تو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی مشترک بنیاد اور اصل ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے حصہ میں بھی آئی تھی مگر قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے انہوں نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے کہ دنیوی معاملات میں یہی ایک ایسی بنیاد ہے جو متزلزل ہو جانے کے بعد ہر قسم کے ظلم وفسق اور مہلک خرابیوں اور بداخلاقیوں کا باعث بنتی ہے۔ گویا علاوہ دعوت توحید کے شعیب علیہ السلام نے خاص معاشرتی معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی اور اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم ایک خدا کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ کوئی پرستش کے قابل نہیں اور خرید وفروخت۔ ناپ تول لین دین میں معاملات کو صاف رکھو اور کھوٹ نہ برتو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔ ممکن ہے کہ تم کو ان بداخلاقیوں کی برائیوں کا حال کل تک معلوم نہ ہو مگر آج تمہارے پاس خدا کی حجت، نشانی اور برہان آچکا۔ اب جہل و نادانی عفو و درگزر کے قابل نہیں۔ حق کو قبول کرو۔ باطل سے باز آؤ۔ اور وہ دین حق اور اخلاق صالحہ کی زندگی کا نظام جو انبیائے سابقین کی ہدایت و رہنمائی میں قائم ہو چکا تھا اب تم اسے اپنی اعتقادی گمراہیوں اور اخلاقی بدراہیوں سے خراب نہ کرو۔ یہی کامیابی اور کامرانی کی راہ ہے اور اس کے خلاف کرنا خدا کی زمین میں فتنہ فساد برپا کرنا ہے۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے صلاح وخیر کے سامان مہیا کر دیئے تو اگر تم میں ایمان ویقین کی صداقت موجود ہے تو سمجھ لو کہ جو میں بتلاؤں وہی فلاح و بہبودی کی راہ ہے۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان قرآنی نصائح کو دل نشین کر لینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ شریعت اسلامیہ میں ہمیں جو تعلیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق دی گئی ہے۔ یا اللہ ان کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ معاملات کی صفائی اور لین دین کی درستی ہم کو نصیب فرما۔ گذشتہ مغضوب اور ملعون اقوام کی خصلتوں اور عادتوں سے یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

وَ	لَا تَقْعُدُوْا	بِكُلِّ	صِرَاطٍ	تُوْعِدُوْنَ	وَتَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	مَنْ	اٰمَنَ	بِهٖ
اور	نہ بیٹھو	ہر	راستہ	تم ڈراؤ	اور تم روکو	سے	راستہ	اللہ	جو	ایمان لایا	اس پر

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

وَتَبْغُوْنَهَا	عِوَجًا	وَاذْكُرُوْا	اِذْ	كُنْتُمْ	قَلِيْلًا	فَكَثَّرَكُمْ	وَ	انْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ
اور ڈھونڈو اس میں	کجی	اور یاد کرلو	جب	تم تھے	تھوڑے	تو اس نے تمہیں بڑھایا	اور	دیکھو	کیسا	ہوا	انجام

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔

الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

الْمُفْسِدِيْنَ	وَاِنْ	كَانَ	طَآئِفَةٌ	مِّنْكُمْ	اٰمَنُوْا	بِالَّذِيْ	اُرْسِلْتُ	بِهٖ	وَطَآئِفَةٌ	لَمْ يُؤْمِنُوْا
فساد کرنے والے	اور اگر	ہے	ایک گروہ	تم سے	ایمان لایا	اس پر جو	میں بھیجا گیا	جس کے ساتھ	اور ایک گروہ	ایمان نہیں لایا

اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

فَاصْبِرُوْا	حَتّٰى	يَحْكُمَ	اللّٰهُ	بَيْنَنَا	وَهُوَ	خَيْرُ	الْحٰكِمِيْنَ
تم صبر کرلو	یہاں تک کہ	فیصلہ کردے	اللہ	ہمارے درمیان	اور وہ	بہترین	فیصلہ کرنے والا

تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے مقابلہ میں قوم مدین کی کوششیں

روایت میں آیا ہے کہ اہل مدین سرراہ بیٹھ جاتے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے والوں کو روکتے اور قبول حق سے منع کرتے اور اگر موقع لگ جاتا تو ان لوگوں کو لوٹ لیتے اور اگر اس پر بھی کوئی خوش قسمت حق پر لبیک کہہ دیتا تو اس کو ڈراتے۔ دھمکاتے اور قتل کرڈالنے کا ڈراوا دیتے اور طرح طرح سے کجروی پر آمادہ کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت حق کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر دوسرے عنوان سے قوم کو نصیحت فرمائی کہ تم اللہ کے اس احسان کو تو یاد کرو کہ پہلے تم ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ زندگی کی ضرورت کے سامان بھی تمہارے پاس تھوڑے تھے۔ اس کے بعد تم ایک بڑا قبیلہ بن گئے اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ساز وسامان کا بھی انبار لگ گیا۔ اب تم ایک دولت منداور خوشحال قوم ہو تو رب کی اس نعمت کا شکریہ کرو اور عبرت کی نگاہوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ جن کی نافرمانی اور ظلم وجبر کی وجہ سے اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے سے خدا کی پکڑ ان پر نازل ہوئی اور کس طرح

ان کا ستیاناس کر دیا گا۔اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس صفحہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیئے گئے۔

رب کے فیصلہ کا انتظار کرو

قوم کو سب کچھ سمجھانے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں صاف اور بے لاگ ایک بات بتلا دوں۔تم میں سے ایک گروہ تو مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے اب تم آپ دیکھ لو گے کہ مدد خدا کس کا ساتھ دیتی ہے اور خدا کی نظروں سے کون گر جاتا ہے۔تم رب کے فیصلہ کے منتظر رہو۔وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے تم آپ دیکھ لوگے کہ اللہ اور رسول والے بامراد ہوں گے اور نافرمان اور دشمنان دین ناشاد ہوں گے اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو سمجھانا تھا اور جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچا تھا وہ پہنچا چکے۔آخر میں نہ ماننے والوں کو ڈرا بھی دیا کہ نہ مانو گے تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گے مگر بدبختوں پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام حق پر کان نہ دھرا اور خود بھی اسی طرح بداعمال رہے اور دوسروں کی بھی راہ مارتے رہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق و باطل سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔اور حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں۔گذشتہ قوموں نے جو اپنے انبیاء کی مخالفت کر کے نتیجہ بھگتا یا اللہ وہ ہمارے لئے باعث عبرت ہو اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہر چھوٹے بڑے حکم کی ظاہراً و باطناً اطاعت و فرمانبرداری دل و جان سے نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ